اشاعت کے ۴۲ سال

تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

PosTal Regd,No.LW/NP/63/2003to2005

JAN - 2004

Vol. No.4 - Issue NO.5

Fornightly

Tameer-e-Hayat

Nadwatul Ulama, Lucknow-226007

R.N.I. No.UP. URD/2001/6071

(0522)2740151 ندوہ مہمان خانہ

2741272 دفتر اہتمام

2741221 (فیکس) رابطہ ادب اسلامی

2741231 (فیکس) شعبہ تعمیر وترقی

دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی

دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی — کوکبِ غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی

خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی — گل برانداز ہے خونِ شہداء کی لالی

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے

یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا — تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا

قافلہ ہو نہ سکے گا کبھی ویراں تیرا — غیریک بانگِ درا کچھ نہیں ساماں تیرا

نخل شمع استی و در شعلہ دود ریشۂ تو

عاقبت سوز بود سایۂ اندیشۂ تو

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے — نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے — پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

(علامہ محمد اقبالؒ)

Rs 7/-

۲۵ جنوری ۲۰۰۵ء

Phone : 0522-2274606(s)
® : 2616731

Mobile : 0522-9415786548

Mohd. Akram JEWELLERS

محمد اکرم جویلرس

Near : Odeon Cinema, Lucknow.

Phone : 2266786

Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad

ثناء جویلرس

Sana Jewellers

۱۲/۳۰۱ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ
301/12, Sarai Bans,
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

Phone : 2260433

جدید و دلکش سونے، چاندی کے زیورات کے لئے
ہمارے شوروم میں آپ کا خیر مقدم ہے

گہنہ پیلیس

Gehna Palace

Whenever You See Jewellery,
Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

Resi : 226177
Akbari Gate : 2268845

سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام

Shop : 9415002532
2613736
3958875

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد، لکھنؤ

پروپرائٹر: محمد اسلم

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala, Aminabda,Lucknow- 18

Md. Salman
Md.Zubair

Shop : 2218629
Resi : 2229268
Mob : 9415028247

SAHARA FOOT WEAR

Wholesaler

35, Amethi House, Near Post Office,
Aminabad, Lucknow

Editor : **Shamsul Haq Nadwi** Office Ph : 2741235(Ext) 18 Printed & Published by **Athar Husain**
on behalf of **Nadwatul Ulama** at **Parekh Offset Printing Press**, Tagore Marg, Lko. Ph :2740966

انسان کی تخلیق کا مقصد

انسان جانوروں سے کیوں اونچا ہے؟ اپنے ہاتھ پیر کی وجہ سے تھوڑے ہی، جانور کے بھی ہاتھ پیر ہوتے ہیں۔ اپنے منہ کی وجہ سے نہیں، اپنی آنکھوں کی وجہ سے نہیں، یہ چیزیں تو جانوروں کے بھی ہوتی ہیں، اور کھانے پینے کی وجہ سے بھی نہیں، جانور بھی تو کھاتا پیتا ہے، لیکن وہ اخلاق و کردار کہ کھاؤ تو کیا کھاؤ، اور کیا نہ کھاؤ، اور اپنے ہاتھ پیر کو استعمال کرو تو اس کا دائرۂ کار کیا ہو؟ ہاتھ کو ظلم کے لئے نہ استعمال کرو، بلکہ اس کو فائدہ پہونچانے کے لئے استعمال کرو۔ اپنے کو فائدہ پہونچاؤ، دوسروں کو فائدہ پہونچاؤ، اپنی آنکھوں کا غلط استعمال نہ کرو، صحیح استعمال کرو، اگر ہم اس میں دیکھنے کو آزاد کردیں گے تو جانور اور انسان میں کیا فرق رہے گا؟ اللہ تعالیٰ نے ہم کو انسان بنایا ہے اور باقاعدہ انسان بنایا ہے۔ انسان کی تخلیق کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ ہم انسان کو۔ آدم کو پیدا کررہے ہیں، تو فرشتوں کو تعجب ہوا، انہوں نے عرض کیا کہ سارے جانور موجود ہیں، فرشتے موجود ہیں، جہاں تک آپ کی عبادت کا تعلق ہے تو ہم سب لگے ہوئے ہیں، بلکہ ساری کائنات عبادت میں لگی ہوئی ہے، اس میں اس کے لئے الگ سے کوئی مخلوق پیدا کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ پھر آپ انسانوں کو کیوں پیدا کررہے ہیں؟ (و إذ قال ربك للملائكة إني جاعل في الأرض خليفة، قالوا أتجعل فيها من يفسد فيها و يسفك الدماء، و نحن نسبح بحمدك و نقدس لك ﴾ (سورہ بقرہ: ۳۰) اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قال إني أعلم ما لا تعلمون ﴾ (سورہ بقرہ: ۳۰) تم نہیں جانتے کہ ہم انسانوں کو کیوں پیدا کررہے ہیں، میں جانتا ہوں، اللہ کی عبادت کرنا اگرچہ تمام مخلوقات پر ضروری ہے، یہ دیگر مخلوقات عبادت کرنے پر مجبور ہیں، لیکن انسانوں کو پھر بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، دراصل انسان کو اللہ نے یہ امتیاز دیا کہ اس کو اختیار دیا کہ اگر تم چاہو تو ہماری نافرمانی کرسکتے ہو، لیکن تمہارا فائدہ فرمانبرداری میں ہے اور تم کو اسی کا حکم ہے۔ فرمایا: ﴿ و هديناه النجدين ﴾ (سورہ البلد: ۱۰) (اور ہم نے اس کو دونوں راستے (خیر وشر) کے بتلادیئے) اب دیکھنا یہ ہے کہ تمہارا جی چاہے گا نافرمانی کرنے کا تو تم اپنے جی پر قابو پاتے ہو یا نہیں پاتے؟ اس لئے کہ بہت سے تمہارے فائدے ایسے ہوں گے کہ تمہارا جی ان فائدوں کو حاصل کرنے کے لئے للچائے گا، تم ہماری نافرمانی کروگے تو اب یہ دیکھنا ہے کہ تم اپنے جی پر قابو رکھتے ہو یا نہیں رکھتے۔ اگر قابو نہیں رکھوگے تو نافرمانی کروگے، پھر کیا ہوگا؟ تم نافرمانی کی سزا پاؤ گے، اور اگر تم اپنے نفس پر قابو پالوگے تو تمہیں بہت شاباشی ملے گی، اور تم اپنے انسان ہونے کا ثبوت دوگے۔ تم کو انسان بنا کر پیدا کیا گیا، اس لئے نہیں کہ ایک مخلوق بڑھ جائے، مخلوق تو بہت ساری ہیں، سانپ، بچھو، چوپائے، جانور، شیر، بھی ہیں، کون سی چیز ایسی ہے جس کی صفت رکھنے والی مخلوق نہ ہو، شیر ہے وہ جانوروں کو کھاتا ہے، بکری ہے وہ زمین سے پیدا ہونے والی غذا کھاتی ہے، تو ہر قسم کے جانور موجود ہیں، ہر قسم کی مخلوق موجود ہے، تو تمہاری کیا ضرورت تھی؟ وہ ضرورت یہ تھی کہ تم اپنا کردار دکھاؤ، اپنا کردار دکھانے کے لئے پیدا کئے گئے، اچھا کردار اختیار کرنے کے لئے تم کو پیدا کیا گیا۔ (سورہ والعصر کی تفسیر سے ماخوذ)

(حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی)

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ — اشاعت کے ۴۲ ویں سال

جلد نمبر ۴۲ — ۲۵ر جنوری ۲۰۰۵ء مطابق ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ — شمارہ نمبر ۵

زیر سرپرستی:
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی:
حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی
(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی
(معتمد مال، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام
مولانا شمس الحق ندوی

رئیس التحریر
امین الدین شجاع الدین

معاون
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

معاون
محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
☆ مولانا نذر الحفیظ ندوی ☆ مولانا عبداللہ حسنی ندوی
☆ مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

زر تعاون
سالانہ ۱۵۰/- فی شمارہ ۷/-
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ۳۵/- ڈالر
ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں

ترسیل زر اور خط وکتاب کا پتہ
Tameer-e-Hayaat
Post Box No.93, Nadwatul Ulama Lucknow-226007
فون (دفتر) 18 2787250(Ext) مہمان خانہ (0522) 2740151
Website: www.nadwatululama.org
e-mail : Nadwa@sancharnet.in
thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین ومندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط وکتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پارکھ آفسیٹ پرنٹنگ پریس، نیگور مارگ، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

رئیس التحریر کی میز سے

اسلام مسئلہ نہیں ہے مسائل کا حل ہے — امین الدین شجاع الدین — ۲

اداریہ

سنامی طوفان۔ غور کرنے کا پہلو — حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی صاحب — ۳

مضامین ومقالات

عہد آخر میں اسلامی معاشرہ۔۔۔ — مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی — ۵
دونوں جہان میں (سورہ والعصر کے) — مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب — ۷
طریقہ کار میں تبدیلی کی ضرورت — مولانا واضح رشید حسنی ندوی — ۱۰
امتحان عاشق کا ہوتا ہے منافق کا نہیں — شمس الحق ندوی — ۱۳
وہ عالم میں انتخاب — مولانا خالد ندوی غازیپوری — ۱۵
نکاح نامہ — امین الدین شجاع الدین — ۱۸
ندوۃ العلماء کا اعتدال — ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی — ۲۰
ندوہ کے شب وروز — عبدالسلام الخطیب بھٹکلی ندوی — ۲۲
فقہی سوال وجواب — مفتی طارق ندوی — ۲۵
کتابوں کی دنیا — مبصرین کے قلم سے — ۲۶

وفیات

مولانا نذیر علی ندوی، حاجی محمد زمان رائے بریلوی — ۲۷

روداد سفر

بھٹکل میں مولانا محمد رابع حسنی ندوی کی آمد — اطہر بھٹکلی ندوی — ۲۹

آخری صفحہ

اتحاد زندگی ہے اور انتشار موت — امین الدین شجاع الدین — ۳۲

دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارہ کے ساتھ آپ کا زر تعاون ختم ہوچکا ہے، ازراہ کرم سالانہ زر تعاون ۱۵۰/روپے ارسال فرما کر ممنون کریں۔

Parekh Computer & Co. Mob 9839133568

اسلام مسئلہ نہیں، مسائل کا حل

امین الدین شجاع الدین

گزشتہ مہینوں معروف داعی ڈاکٹر ذاکر نائک نے لکھنؤ کے کرسچین کالج میں ایک بڑے مجمع سے خطاب کیا۔ مسلمانوں کے لئے میڈیا کی وضع کردہ گمراہ کن اصطلاح Fundamentalism کے متعلق انہوں نے کہا کہ یہ اصطلاح پروٹسٹنٹ تحریک کے حامیوں اور پیروکاروں کے لئے وضع کی گئی تھی چنانچہ آکسفورڈ انگلش ڈکشنری کے قدیم ایڈیشنوں میں Fundamentalist کی تعریف ان لفظوں میں کی گئی ہے:

"A person who strictly adheres to the ancient doctrines of any religion"

یعنی ایک ایسا شخص جو کسی بھی مذہب کے قدیم (و بنیادی) اصول وعقائد پر پختگی اور شدت کے ساتھ عمل پیرا رہے لیکن اب فنڈامنٹلزم کی تعریف میں کمال ہوشیاری سے اس شدت پسندی کو اسلام کے ماننے والوں کے ساتھ مخصوص کردینے کی کوشش کی گئی ہے چنانچہ جدید آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں اس کی تشریح ان الفاظ کے ساتھ درج ہے :

"A fundamentalist is a person who strictly atheres to the ancient doctrines of any religion , especially Islam"

کسی چیز کا بے محل اور نامناسب جگہ پر ہونا یا رکھا جانا ہی ظلم کہلاتا ہے پھر تعبیریں اور اصطلاحات تو انسان کی نفسیات کی عکاس ہوا کرتیں، اس کے دل ودماغ کو متاثر کرتیں اور اس کے عمل وکردار پر اثر انداز ہوتی ہیں چنانچہ ان گمراہ کن تعبیرات واصطلاحات کی وضع کاری کو نئی تہذیب کا دجل ہی کہا جائے گا اور اسکی تشہیر کو فریب دہی کی ایک مذموم کوشش قرار دیا جائے گا۔

مسلم دشمنی میں مسلمانوں کی شبیہ کو مسخ کرنے کے لئے انہیں Fundamentalist کا نام دینا (Misnomer) دراصل تعبیر واصطلاح کی غلط تشریح اور اس کو غلط معنی پہنانے کے مترادف ہے نائک صاحب نے بجا طور پر کہا کہ جب تک ایک سائنسداں سائنس کے Fundamentals کو نہ جانے وہ ایک سائنس داں بننے کے مراحل طے کرہی نہیں سکتا بالکل یہی اصول ایک مسلمان کے سلسلہ پر بھی صادق آتا ہے کہ ایک مسلمان کے لئے سچا مسلم بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلام کے بنیادی ارکان اور اس کی بنیادی تعلیمات پر صدق دل سے عمل پیرا ہو۔ علاوہ ازیں اسلام کی تعلیمات میں ایک بھی اصول ایسا نہیں ہے جو انسانیت کی نفی کرتا ہو یا جس سے انسانی قدروں پر کوئی ضرب پڑتی ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے حقیقت کی سطح اور اعداد وشمار کی روشنی میں دیکھا جائے تو سسکتی انسانیت کے درد کا درماں اسلام ہی ہے، اور دنیا آج بھی اسی در کی محتاج ہے اس کی ایک مثال غربت اور بھکمری ہے جو انسانی دنیا کے لئے ایک بڑا مسئلہ بنی ہوئی ہے اسلام نے زکوٰۃ کی شکل میں اس کا حل پیش کردیا ہے اور موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ اگر دنیا کے ۵۲ امیر ترین افراد اپنی دولت کا صرف ۲٫۵ حصہ اس مقصد کے لئے وقف کردیں تو دنیا غربت سے نجات حاصل کرسکتی ہے۔ اسی طرح تعزیرات اسلامی پر اشکالات کئے جاتے ہیں اور اسلامی سزاؤں پر واویلا مچایا جاتا ہے لیکن انسان کے بنائے ہوئے مروجہ قوانین کے باوجود جرم کو جرم سمجھنے کی ذہنیت اور قانون کے شکنجہ سے بچ نکلنے کے مزاج کی بدولت جرائم کے گراف میں اضافہ کا عالم یہ ہے کہ امریکہ ویورپین ممالک میں ۱۹۹۶ء کے ایک دن میں پیش آنے والے بدکاری کے واقعات کی تعداد ۲۷۳۰ ریکارڈ کی گئی ہے۔

یہ چند ایک مثالیں ہیں جو بتاتی ہیں کہ اسلام مسئلہ نہیں، بلکہ مسائل کا حل ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس دنیا کے بنانے والے مالک کا صاف لفظوں میں اعلان ہے کہ ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام﴾ اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ مشنری مذاہب کی ہزار کوششوں کے باوجود اسلام کی حقانیت اپنا لوہا منوا رہی ہے اور نتیجہ میں حلقہ بگوشانِ اسلام کی شرح دوسروں سے کہیں زیادہ ہے ۔ رہی اسلام دشمنی پر مبنی کوششیں اور ان کا دجل وفریب تو بقول شاعر ع

الٹی پڑ گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

سلمان رشدی نے شیطانی آیات لکھی، اور ایون نائن (۱۱ ستمبر) کے واقعہ کے بعد اسلام کو ایک دہشت گرد مذہب قرار دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی گئی لیکن شر میں خیر پہلو نکل آیا اور عوام میں اسلام کی حقیقت کو جاننے کے لئے اشتیاق پیدا ہوگیا ،

واقعہ یہ ہے اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے یہ اتنا ہی ابھرے گا جتنا دبایا جائے گا۔

☆☆☆

سنامی کا طوفان ۔ غور کرنے کا پہلو

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی

سنامی نامی طوفان نے اپنی تیز اثر انگیزی اور وسیع پیمانہ پر نقصان رسانی کی بناء پر تمام دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرلیا ہے، اور اس سلسلہ میں اصل خطا یہ قرار دی جارہی ہے کہ پہلے سے خطرہ کا اندازہ لگانے اور بروقت خبر لینے میں کوتاہی ہوئی، لہٰذا آئندہ ایسی کوتاہی کا سدباب کیا جائے تاکہ مصیبت سے بچا جاسکے۔ خطرہ کا اندازہ اور اس کے پیش آنے سے قبل خبر لینا اور فوری خبر دینا اچھی بات ہے لیکن خطرہ کے اسباب کو سمجھنا اور اسباب کو دور کرنا زیادہ اہم کام ہے، جس کو عموماً نظر انداز کیا جارہا ہے۔ سنامی مصیبت کے خطرہ کے وجوہ واسباب جو ظاہر کئے جارہے ہیں وہ زمینی حالت میں اچانک پیدا ہونے والے بعض تغیرات بتائے جاتے ہیں، جن کو روکنے یا ان پر اثر ڈالنے کی صلاحیت انسانی وسائل میں نہیں ہے، اس کے سلسلہ میں انسان صرف یہی کرسکتا ہے کہ خطرہ کو پہلے سے معلوم کرے اور اس کے اثرات سے بچنے کے لئے جو انتظامات اس کے اختیار میں ہیں وہ پہلے سے کرے، لیکن یہ تدبیر بھی صرف محدود ترین پیمانہ پر ہی ہوسکتی ہے، اور اس سے اصل مصیبت کو ٹالا نہیں جاسکتا، اور اس سنگین مسئلہ کے سلسلہ میں یہ ایک صرف محدود دائرہ کا کام ہی قرار پائیگا۔

اس واقعہ کا اصل مسئلہ اس کا قدرتی آفات کے دائرہ کا واقعہ ہونا ہے، جو انسان کے مادی وسائل کے زیر اختیار نہیں آتا، اور کوئی مصیبت اگر مادی وسائل کے اسباب کے دائرہ کی ہوتی ہے تو اس کے لحاظ سے اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں، مثلاً ایٹم بم کہیں ڈالا جائے تو اس سے غیر معمولی تباہی آئے گی، اس کو روکنے کا نظم کیا جاسکتا ہے، کیونکہ وہ انسان کے خود ارادہ وعمل سے آرہی ہوتی ہے۔ یا کوئی طوفان آرہا ہو اور اس میں جہاز کو ڈال دیا جائے تو اس جہاز کی تباہی کا واقعہ پیش آجائے گا، اس کے تدارک کی تدبیر بھی کی جاسکتی ہے۔ لیکن مصیبت اگر قدرتی آفات کے دائرہ کی ہو، مثلاً زلزلہ آجائے، زمین کی اندرونی پرت ایک دوسرے سے ٹکرائیں یا ان میں ردوبدل ہوجائے تو اس کا تدارک انسانی اسباب ووسائل کے دائرۂ اختیار سے بالکل باہر ہے، یہ خالصۃً اس کائنات کے خالق ومالک کے حکم واشارہ پر ہونے والا عمل ہے، اس کے تدارک کے لئے اس خالق ومالک سے ہی عرض معروض کرنا ہوگا، جس نے یہ کائنات بنا کر اس میں انسان کو بسایا، اور ان طریقوں کا لحاظ کرنا ہوگا جو اس کو پسند ہیں، تاکہ وہ ہمارا لحاظ کرے، اور ان طریقوں سے بچنا ہوگا جن کو وہ ناپسند کرتا ہے، ورنہ وہ اپنی بنائی ہوئی کائنات میں اپنے ناپسندیدہ طریقوں کو چلنے نہیں دے سکتا، بلکہ ہمارا عمل اگر اس کی ناراضگی کا باعث ہے تو ہم کو وہ اسی کائناتی ذریعہ سے سزا دے سکتا ہے۔

سنامی حادثہ کائناتی یعنی قدرتی آفت کے طور پر پیش آیا ہے، لہٰذا ہم کو اس کا سبب بھی اسی دائرہ میں یا کم از کم اس کے دائرہ میں بھی سوچنا چاہئے کہ کائنات کے خالق ومالک کو ہم نے ناخوش تو نہیں کیا ہے۔

ہم کو ہماری ساری مذہبی تعلیمات جو زمین وآسمان اور تمام مخلوقات کے خالق ومالک سے طاعت وطلب رضا کا تعلق پیدا کرنے کی طرف متوجہ کرتی ہیں ہم کو صاف صاف بتاتی ہیں کہ ہم جب بھی اس کی ناراضی کا کام کرتے ہیں تو وہ ہم کو کائناتی ذریعہ سے سزا دیتا ہے، جو بڑے جرموں کی بڑی اور چھوٹے جرموں کی چھوٹی سزا ہوتی ہے، مگر وہ اپنی مخلوقات پر بیحد رحیم ہونے کی وجہ سے اپنے بندوں کو رجوع وانابت کا موقع دینے اور مہلت دینے کے بعد ہی سزا دیتا ہے، اس نے اپنے کلام مقدس میں فرمادیا ہے ﴿و ما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم ، و يعفو عن كثير﴾ (الشوریٰ: آیت ۳۰) کہ تم کو جو مصیبت پیش آتی ہے وہ تم نے اپنے سے جو کیا ہے اس کا نتیجہ ہوتی ہے، اور یہ اس صورت میں ہے کہ تمہارا پروردگار تمہاری بہت سی باتوں کو معاف کردیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی بداعمالیوں اور نافرمانیوں کے حساب وکتاب کے لئے بنیادی طور پر آخرت کی زندگی رکھی ہے، لیکن بعض نافرمانیاں اور اخلاقی جرائم ایسے بھی ہیں کہ ان کی تھوڑی بہت سزا اس دنیا کی زندگی میں بھی مل جاتی ہے، اس کی متعدد مثالیں قرآن مجید میں دی گئی ہیں، ان میں نمایاں برائیاں اپنے پروردگار

کی ذات وصفات کے ساتھ گستاخی، اللہ کے بندوں کے ساتھ سخت ظالمانہ وسفاکانہ کردار، فاشی وعیاشی کا زیادہ چلن اور اخلاقی برائیاں ہیں جن پر کسی نہ کسی مرحلہ میں دنیاوی زندگی کے اندر ہی کسی نہ کسی حد تک سزا ملتی ہے، اور یہ عموماً خاصی مہلت دیئے جانے کے بعد ہوتا ہے۔

انسانی تاریخ میں برابر اس کے واقعات ملتے رہے ہیں، جن کو اہل حق نے سمجھا اور خدائی معاملات کو نظر انداز کرنے والوں نے محض اتفاقات قرار دیکر ان سے بے توجہی برتی اور تباہ ہوئے، قرآن مجید میں اس کے بہت سے واقعے بیان کئے گئے ہیں۔ پروردگار کی ذات وصفات کے معاملہ میں گستاخی وزبان درازی میں کسی آسمانی آفت اور بدکاریوں کے حد سے بڑھنے پر زمینی آفت اور ظلم وسفاکی کی شدت بڑھنے میں ظالم کو عموماً اس کی عمر کے آخری حصوں میں یا اس کی اولاد کو تباہی وبربادی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ وہ حقائق ہیں جن کی طرف توجہ دہانی قرآن مجید کی مختلف آیات میں کی گئی ہے، اور ان کی تصدیق تاریخ کے گزرے ہوئے واقعات سے ہوتی ہے۔

اس وقت بین الاقوامی سطح پر سیر وسیاحت کے عمل نے انسان کے لئے نہ صرف یہ کہ ایک شعبۂ زندگی کی حیثیت اختیار کرلیا ہے، بلکہ حکومتوں نے اس کو اپنی معاشی ضرورت میں داخل کرلیا ہے، اس کے لئے ہر ایسے ملک میں جہاں اس سلسلہ کی کشش کا سامان ہے اس عمل کے لئے خاصا انتظام کیا جاتا ہے، اور ساحلی مقامات تو اس کے لئے بہترین فضا مہیا کرتے ہیں، لہٰذا جہاں جہاں ایسے مواقع ہیں وہاں کیا کیا نہیں ہوتا!!۔ حالیہ سنامی کی زد میں آنے والے مقامات بھی جنوبی ایشیا تا جنوبی افریقہ سب ساحلی مقامات ہی ہیں، اور موقع کرسمس کی تعطیلات کا تھا جن کو لطف ولذت سے گزارنے کے لئے اس کڑاکے کے جاڑے کے موسم میں جنوبی ایشیا سے جنوبی افریقہ تک کے ساحل معتدل اور خوش گوار موسم کی سہولت مہیا کرتے ہیں، چنانچہ دسیوں ہزار یوروپین ان ساحلوں کے مرغوبات سے لطف لینے کے لئے موجود تھے جن میں ہزاروں سنامی کی نذر ہوگئے اور خود ان ساحلوں کے باشندوں کو جو موقع واردات پر موجود تھے کتنا نقصان اٹھانا پڑا؟ اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

زمین کی جہت سے آنے والی مصیبتوں کی تفصیل جاننے والوں نے لکھا ہے کہ یہ مصیبت کوئی پہلی مصیبت نہیں ہے، ایسی مصیبتیں پہلے بھی آتی رہی ہیں، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انسان اپنے کرتوتوں کی سزائیں بار بار بھگتتا رہا ہے لیکن اس کی ایسی ذہنیت ہے کہ پھر وہی کرنے لگتا ہے جس کے کرنے پر اس کے پیش رووں کو سزا بھگتنی پڑتی رہی ہے۔

موجودہ انسان جس کی قیادت وسربراہی پر یورپ وامریکہ کا قبضہ ہے اپنے اخلاقی وانسانی کردار کے لحاظ سے کس قدر آزاد اور بیباک ہوتا جارہا ہے، اور نفس پرستی اور رغبت پسندی کے دلدل میں دھنستا چلا جارہا ہے، اس کو ہم میڈیا کے ذرائع میں اور متمدن سوسائٹیوں کے ماحول میں بآسانی دیکھ سکتے ہیں، اس کو جب اس کے کرتوت کی سزا ملتی ہے تو اس کو صرف ایک خود ساختہ طبعیاتی عمل قرار دیکر اتفاقی واقعہ کے نام سے مطمئن ہوجاتا ہے کہ مرنے والوں کو مرنا ہی تھا لہٰذا اس کو کیا کیا جاسکتا ہے، اب ہلاکت سے بچ جانے والی مخلوق کے لئے کچھ چارہ مہیا کردیا جائے اور دیکھا جائے کہ قدرتی آفت آنے سے قبل ہم کو کیسے پتہ چل جایا کرے کہ ہم اپنے عیش ولطف کے موقعوں سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ کیسے اپنے کو مصیبت سے بچاسکیں۔ یہ یورپ وامریکہ کے بڑے بڑے دانشور اپنی عقلوں کو اس کائنات کے پیدا کرنے والے اور اپنی مخلوقات کو اس کرۂ ارضی پر بسانے والے کی مرضی وعمل کو سوچنے اور سمجھنے سے بندر کھتے ہیں بالکل شتر مرغ کی طرح کہ جب وہ کسی آتی ہوئی مصیبت سے بھاگ کر اس سے بچنے کا موقع نہیں دیکھتا تو اپنا منہ ریت کے اندر ڈال کر صورت حال سے اپنے کو بے خبر بنالیتا ہے، پھر نتیجہ جو بھی ہو۔

سنامی کا واقعہ تمام بیدار اور حق شناس لوگوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے، ایسی مصیبت کے لئے کوئی خاص جگہ یا دنیا کا کوئی کونہ مخصوص نہیں ہے، جہاں بھی قدرت مناسب سمجھے اس کو بھیج سکتی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنے اخلاق وکردار کو اپنے پروردگار اور اس ارض وسماء کے مالک کی مرضی کے خلاف بنانے سے گریز کریں تاکہ اس کی ناراضی سے بچ سکیں۔ اور اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور ہم میں جو بہت سی کمزوریاں اور گمراہیاں ہیں ان سے تائب ہوں اور اپنے پروردگار سے معافی کے طلب گار بنیں، ہم کو ہماری مذہبی کتابوں کے ذریعہ اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ ﴿ربنا ظلمنا أنفسنا و إن لم تغفر لنا و ترحمنا لنكونن من الخاسرين﴾ ﴿ربنا آمنا فاغفر لنا ذنوبنا﴾ ﴿و ارحمنا و أنت خير الراحمين﴾۔

☆☆☆

عہد آخر میں اسلامی معاشرہ کی امتیازی خصوصیات

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی الحسنی ندویؒ

اسلامی سوسائٹی اپنے نقائص اور کمزوریوں اور متعدد بیماریوں کے باوجود جس کا مقابلہ مصلحین امت برابر کرتے رہے ہیں، اب بھی ہمدردی وغمخواری اور صدقہ وخیرات کے کاموں میں دوسری کسی سوسائٹی سے ممتاز اور فائق ہے، باہمی ہمدردی اور اعانت وغمخواری کا جذبہ اسلامی تعلیمات کی بدولت اس کے رگ وریشہ میں سرایت کرگیا ہے، وہ مادّہ اور معدہ کی پرستش سے بہ نسبت دوسرے معاشروں کے سب سے زیادہ آزاد ہے، اس کے علاوہ اس میں ایسے افراد کی کمی نہیں جو مادہ پرستی کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے رہتے ہیں، اور اس کو دین اسلام کی اخلاقی قدروں کے دائرہ میں لانا چاہتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس میں تجارتی رقابت، انفرادی اور شخصی انانیت، اور دولت پرستی کا تناسب ان سوسائٹیوں کی بہ نسبت جو اس زندگی کے بعد کسی اور زندگی کی قائل نہیں اور عیش وآرام کے سوا اپنی زندگی کا کوئی مقصد نہیں رکھتیں اور خیالی معیاروں کے پیچھے دیوانہ وار سرپٹ دوڑ رہی ہیں، بہت کم ہے۔

یہ اسلامی معاشرہ کی موجودہ خامیوں اور کمزوریوں کے باوجود اس کا ایک خاص امتیاز ہے، اس کے سامنے اجتماعی انصاف اور اعلیٰ انسانی قدروں کے اختیار کے مواقع دنیا کی ہر سوسائٹی سے زیادہ ہیں، اور اس کا اصل سبب کسی نہ کسی درجہ میں اسلامی زندگی کا احترام اور اس ایمانی رشتہ کا وجود ہے، جس نے اس کے تمام اجزا کو ایک لڑی میں پرودیا ہے۔

رضا کارانہ اور فطری جذبۂ ہمدردی یا جبری اور محدود نظریہ مساوات؟

موجودہ زمانہ میں جو معاشی اور ترقی پسندانہ تحریکیں پیدا ہوئی ہیں ان کی قدر مشترک یہ ہے کہ وہ انسان اور انسانیت پر کوئی بھروسہ نہیں رکھتیں، ان تحریکوں کے داعیوں اور حامیوں نے جبری اور محدود طرز کی مساوات کو انسان کے فطری اندرونی اور رضا کارانہ جذبۂ ہمدردی وخیر خواہی پر ترجیح دی ہے، اور اس اہم حقیقت کو فراموش کردیا ہے کہ صرف مال ہی انسان کی ضرورت نہیں، اور تنہا مال میں شرکت یا مساوات اس کے دل اور احساسات وجذبات کے خلا کو پر نہیں کرسکتی اور نہ اس کے ہر زخم پر مرہم رکھ سکتی ہے، زندگی میں عام جذبۂ ہمدردی کی اس کو ذرائع آمدنی اور ذرائع پیداوار میں شرکت سے کہیں زیادہ ضرورت ہے بعض اوقات ایک قطرۂ اشک جو کسی دُکھے ہوئے دل کا غماز ہوتا ہے، وہ کام کرجاتا ہے جو زر وجواہر لعل وگہر سے بھی نہیں ہوتا، ہر انسان کو اپنے بھائی کے تعاون کی ضرورت پڑتی ہے، اور وہ بھی اس کے تعاون کے محتاج ہوتے ہیں، دونوں ایک دوسرے کی تکلیفوں اور دکھوں میں ہاتھ بٹاتے ہیں، اس کو لطافتِ حس کی بھی ضرورت ہے اور نزاکتِ خیال کی بھی، دل کی گرمی، گرمجوشی، اور خندہ پیشانی کی بھی خوش خلقی اور خوش دلی اور بشاشت وانبساط کی بھی، اس کو پیش نظر رکھا جائے تو نظر آئے گا کہ حضور ﷺ کی ہدایت وتعلیم ہمدردی وغمخواری کی تمام قسموں اور اس کے باریک سے باریک اور نازک سے نازک گوشوں پر حاوی ہے، اور اس میں انسانی احساسات کی سب سے سچی اور اچھی تصویر پیش کی گئی ہے، خیر خواہی اور نیکی کے کاموں اور صدقہ کی قسموں کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿تعدل بين الاثنين صدقة وتعين الرجل في دابته فتحمله عليها اور ترفع له عليها متاعه صدقة والكلمة الطيبة صدقة وبكل خطوة تمشيها الى الصلوة صدقة وتميط الأذى عن الطريق صدقة﴾ (صحیحین)

''دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا یہ صدقہ ہے کسی کو سہارا دے کر سواری پر بٹھادے تو یہ بھی صدقہ ہے کسی کا سامان اٹھا کر اوپر رکھ دے یہ بھی صدقہ ہے اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے، نماز کی طرف قدم اٹھانا بھی صدقہ ہے اور راستہ سے کوئی خراب اور تکلیف دینے والی چیز (اینٹ پتھر کانٹے وغیرہ) ہٹادینا بھی صدقہ ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''مصیبت زدہ حاجت مند کی مدد کی جائے'' دریافت کیا گیا کہ اگر ایسا نہ کرسکے، فرمایا کہ اچھائی اور نیکی کا حکم دے، صحابہ کرام نے پوچھا کہ اگر یہ بھی نہ کرسکے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا برائی سے باز رہے یہ بھی صدقہ ہے۔ (صحیحین)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ''اگر تم کسی کام کرنے والے کی مدد کردیا کسی پھوہڑ (جس کو اس کام کا سلیقہ نہ ہو) کا کام بنادو تو یہ بھی صدقہ ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر اتنا کمزور ہو کہ اس طرح کے بعض کام نہ کرسکے، ارشاد ہوا، اپنے شر سے لوگوں کو بچاؤ تو یہ تمہارے نفس پر تمہارا صدقہ ہوگا۔ (صحیحین)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''اپنے بھائی سے مسکراتے ہوئے ملنا بھی صدقہ ہے، اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے، بھٹکے ہوئے آدمی کی رہنمائی کرنا اور راستہ بتانا بھی صدقہ ہے، جسے کم نظر آتا ہو اس کو اپنی نظر سے فائدہ پہنچانا بھی صدقہ ہے، راستہ سے پتھر، کانٹا، ہڈی، ہٹادینا بھی صدقہ ہے، اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی بھر دینا بھی صدقہ

ہے۔ (تحسین)

انسان کی فطری ہمدردی پر جس کا سوتا دل کی گہرائیوں سے ابلتا ہے، اور زندگی کی رگوں اور معاشرہ کے تمام گوشوں میں خون کی طرح جوش مارتا ہے، برآمد کی ہوئی مساوات کو (جو طاقت کے بل پر نافذ کی جاتی ہے) ترجیح دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کمیونسٹ اور سوشلسٹ ملکوں میں ایسا معاشرہ پیدا ہوگیا جو انسانی ہمدردی سے ناآشنا اور جذبہ خیر خواہی سے محروم ہے، اس کے افراد اس طرح کے تاجر بن گئے ہیں، جو باہم دست و گریباں ہیں، نہ کوئی کسی پر بھروسہ کرتا ہے، نہ دوسرے کی خاطر اپنے حق سے کبھی دست بردار ہوسکتا ہے، ہر شخص ایک دوسرے کے خلاف جاسوسی میں مصروف ہے، اس کے خلاف جھوٹی خبریں اور جعلی دستاویزات تیار کرتا ہے، اس کی مصیبت وابتلا پر خوش ہوتا اور اس کی ترقی وکامیابی پر غمگین ہوتا ہے، غرض کہ پورا ملک ایک ایسا میدان کارزار بن جاتا ہے، جہاں کسی کی جان محفوظ نہیں، یا کچہری وعدالت میں جہاں کسی کی آبرو کی ضمانت نہیں۔

اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگوں میں احساس ذمہ داری اور اپنے فرض کے صحیح طور پر بجا آوری کا جذبہ جس میں انسانی شرافت وعظمت کا راز پوشیدہ ہے بالکل مفقود ہوگیا ہے، وہ ہر پابندی وذمہ داری اور احساس فرض سے آزاد ہوکر بالکل چھٹے ہوئے آوارہ جانوروں کے مشابہ ہوگئے ہیں جن کو سوائے چرنے، جگہ جگہ منہ مارنے اور مسلسل کھاتے رہنے کے اور کوئی کام نہیں، ہر قسم کی ذمہ داری حکومتوں اور ان کی انتظامی مشنری اور ملک کے تعزیری قوانین پر ڈال دی گئی ہے، معاشرہ کے ساتھ ایک ایسے نابالغ بچہ کی طرح معاملہ کیا جاتا ہے جو عقل وتمیز سے بالکل محروم ہے، حکومت ہی سب کچھ لیتی دیتی ہے، اور ہر شخص کی ضرورت پوری کرتی ہے، اس لئے ہمدردی اور رحم دلی، سخاوت وایثار اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون قدرتی طور پر بے معنی الفاظ بن گئے ہیں، ہر شخص کے حقوق کی ضمانت اور ضروریات زندگی کی کفالت حکومت اپنے ذمہ رکھتی ہے، اور لوگ گونگے بہرے مشینی پرزوں کی طرح اس کے اشارہ پر چلتے ہیں، اس لئے قدرتی طور پر ان میں سے کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

اس کے برخلاف قدرتی، فطری اور قلب انسانی کے اندر سے ابھرنے والی ہمدردی اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا سکون واطمینان، باطنی سعادت، باہمی اعتماد اور محبت ومودت، امن واطمینان، روح کی لذت، ضمیر کی آسودگی، انسانیت پر ناز اور زندگی کے تابناک پہلو کو دیکھنے کا ولولہ، اپنے فرض وذمہ داری کا مکمل احساس اسلام کے اولین معاشرہ میں اپنی تمام گہرائیوں، بلندیوں اور رعنائیوں کے ساتھ موجود تھا، اور زندگی کے ہر شعبہ پر اس کی چھاپ تھی، لیکن انقلاب حال صرف اسی زمانہ تک محدود نہیں، جو انسانی معاشرہ جبری اور محدود مساوات کے مقابلہ میں اس جامع وفطری اور رضا کارانہ جذبۂ ہمدردی کو اپنا اصول اور نظام زندگی بنالے گا اس کے سب افراد باہم شیر شکر اور ایک دوسرے کے خیر خواہ اور ہمدرد بن جائیں گے، سب ایک دوسرے کا کھلے دل سے اعتراف کریں گے، اور فراخ دلی سے اس کے حق میں شہادت دیں گے، ہر نسل اپنی گذشتہ نسل کے لئے سبقت وفضیلت کی شہادت دے گی، اور اس کے لئے قبولیت ومغفرت کی طلب گار اور دعا جو ہوگی، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

﴿والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولاتجعل فی قلوبنا غلاً للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم﴾ (سورۂ حشر-۱۰)

"اور ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو ان کے بعد آئے (اور وہ) یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دے، اے ہمارے پروردگار تو تو بڑا شفیق ہے، بڑا مہربان ہے۔"

یہ وہ اسلامی معاشرہ ہے جس کا ہر فرد اپنے بھائی کا آئینہ ہے، جو ہر تہمت اور ہر الزام اور ہر نقص اور عیب سے اس کو بری دیکھنا چاہتا ہے، اور اس کے لئے وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے:

﴿لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمؤمنات بانفسھم خیراً وقالوا ھذا افک مبین﴾ (سورۂ نور)

"جب تم لوگوں نے یہ (افواہ) سنی تھی تو کیوں نہ سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں کے حق میں نیک گمان کیا اور (کیوں نہ) کہہ دیا کہ یہ تو صریح طوفان بندی ہے"

معاشرہ کی اس کیفیت کو رسول ﷺ نے بڑی بلیغ مثال سے بیان فرمایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ "مسلمانوں کی مثال اپنی مودت وترحم اور شفقت میں ایک جسم واحد کی ہے اگر ایک عضو کو کوئی شکایت ہوجاتی ہے تو سارا جسم بخار اور بے خوابی کا شکار ہوجاتا ہے"۔ (صحیحین)

یہ ایک ایسا معاشرہ ہے جس کا ہر رکن محافظ، دیانت دار، شریف اور امین اور قابل بھروسہ ہے، حدیث میں ہے کہ "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے" نہ اس کی خیانت کرتا ہے، نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے، نہ اس کو رسوا کرتا ہے اور نہ بے یار ومددگار چھوڑتا ہے، مسلمان کی عزت، مال اور خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (ترمذی)

اس کے برعکس بہت سے ملکوں میں زندگی عذاب جان اور جہنم کا نمونہ بن گئی ہے:

﴿کلما دخلت امة لعنت اختھا﴾ (سورہ اعراف ۳۸)

"جس وقت بھی کوئی (نئی جماعت دوزخ

بقیہ: صفحہ نمبر ۳۱

(پہلی قسط)

دونوں جہان میں کامیابی کی بنیادی اور لازمی صفات
(سورہ والعصر کے حوالہ سے)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی
ترتیب وپیشکش: اقبال احمد ندوی

نوٹ: یہ تقریر تکیہ حضرت شاہ علم اللہ صاحبؒ، رائے بریلی کی مسجد میں ابھی پچھلے رمضان المبارک میں جمعہ کے روز روزہ داروں اور نمازیوں کی ایک بڑی تعداد کے سامنے کی گئی تھی، جو بروقت ریکارڈ کرلی گئی تھی، بعد میں مولانا اقبال احمد صاحب ندوی نے اس کو قلمبند کیا۔ اب حضرت مولانا مدظلہ العالی کی نظر ثانی کے بعد افادۂ عام کی غرض سے پیش کی جارہی ہے۔ (ادارہ)

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

و العصر، إن الإنسان لفي خسر، إلا الذین آمنوا و عملوا الصالحات، و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر. (سورہ العصر: ۱-۳)

دستور حیات: یہ قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی سورت ہے، اسے پڑھنے میں تو شائد ایک منٹ بھی نہ لگتا ہو لیکن معنوی اعتبار سے یہ اپنے اندر بڑی اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ اس مختصر سی سورت میں بہت زیادہ معانی و مضامین جمع ہوگئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کی اہمیت عہد اول میں بھی بہت محسوس کی گئی، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کی اہمیت بہت محسوس کرتے تھے، مختلف موقعوں پر آپس میں ملتے تو یہ سورت پڑھتے تھے، یہ حضرات گویا ایک مسلمان کی دینی و ایمانی، سماجی و معاشرتی زندگی کا خلاصہ پیش کردیتے تھے، جس سے وہ کامیاب ہو، وہ معیار، وہ اخلاق اور زندگی کا وہ پروگرام جو انسان کی کامیابی کا ضامن ہے، غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ وہ سب حقیقت میں اس سورت کے اندر جمع ہوگیا ہے۔

جدت اور حلاوت: اللہ تعالیٰ کا کلام ظاہر ہے کہ بہت بلند کلام ہے، اور بہت سے معانی پر مشتمل ہے، جب سے قرآن نازل ہوا ہے برابر اس کے نئے نئے مضامین اور نئے نئے معانی کھلتے چلے گئے، اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے، زمانہ گزرتا جاتا ہے، علماء غور کرتے ہیں، اور نئے نئے موتی اور نئے نئے حقائق قرآن مجید سے ان کو ملتے رہتے ہیں، اور اس کی جدت ختم نہیں ہوتی۔ جدت اور قدامت کی بڑی اہمیت ہے، انسان جدت پسند ہے، وہ چاہتا ہے کہ اس کو نئی چیز ملے، کوئی بھی چیز ہو برتنے کی، خواہ وہ جتنی دلچسپ چیز ہو، کچھ دنوں کے بعد طبیعت اس سے اچاٹ ہوجاتی ہے، اور آدمی چاہتا ہے کہ اس میں جدت پیدا ہو، کچھ نیا پن پیدا ہو، اس لئے اہل علم اور اہل ادب اس کا خیال رکھتے ہیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ وہ کچھ جدت کرتے رہیں، اور نئی بات پیش کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ قرآن مجید ایسا کلام ہے کہ اس میں برابر نئی چیزیں ملتی رہتی ہیں، اور اس طریقہ سے قرآن مجید کی جو جدت ہے، اور اس کے نتیجہ میں اس میں جو حلاوت ہے وہ ختم نہیں ہوتی۔ اس میں ہر آن نئی چیز معلوم ہوتی ہے، اس لئے جب بھی قرآن پڑھا جائے تو نیا معلوم ہوتا ہے، اور اس سے وہی حلاوت وشیرینی ملتی ہے اور وہی دلچسپی حاصل ہوتی ہے جو نئی چیز سے حاصل ہوتی ہے۔

انسانی زندگی کا احاطہ: اس سورت کو اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ اس نے مسلمان کی دینی زندگی اور اس کی عجز و نیاز اور بندگی والی زندگی کا پورا احاطہ کرلیا ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھائی ہے اور اس کو گواہ بنایا ہے، اس لئے کہ زمانہ وہی ہے جس کے اندر یہ سب ہورہا ہے، سارے انسان، ساری دنیا اور کائنات زمانہ کے میدان میں چل رہی ہے، گویا کہ زمانہ ایک میدان ہے، اور اس میدان پر جس کی نظر ہے گویا انسان کی پوری تاریخ اور انسانوں کے سارے گزرے ہوئے حالات پر اس کی نظر ہے، جیسے کسی میدان کو آپ دیکھئے تو جو کچھ میدان میں ہے وہ آپ کو نظر آئے گا، تو اللہ تعالیٰ نے زمانہ کو گواہ بنایا یا زمانہ کے حوالہ سے یہ بات فرمائی، گویا جو لوگ زمانہ سے واقف ہیں، جنہوں نے زمانہ کا مطالعہ کیا ہے، جو زمانہ کی پیچیدگیوں، زمانہ کے تقاضوں اور اس کے واقعات و حالات سے اور جو چیزیں اس میں پیش آتی ہیں ان کو دیکھ سکتے ہیں، یا ان کو سمجھ سکتے ہیں، وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ جو بات آگے کہی جارہی ہے وہ کس قدر صحیح ہے، زمانہ اس کی شہادت دے گا کہ واقعی بات سچی ہے۔ اور وہ سچی بات ہے کیا کہ ﴿إن الإنسان لفي خسر، إلا الذین آمنوا و عملوا الصالحات، و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر.﴾ (سورہ العصر: ۱-۳)۔

نفی واثبات کا اسلوب: عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ جب کسی چیز پر یا اس کے کسی خاص پہلو پر بہت زیادہ زور دینا مقصود ہوتا ہے تو اس کو نفی، اثبات سے ادا کرتے ہیں، یعنی نہیں ہے مگر ایسا۔ اردو تعبیر الگ ہے، یہ اردو تعبیر نہیں ہے، عربی تعبیر ہے، اس لئے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ عربی میں جب بھی کہا جائے کہ "نہیں ہے مگر ایسا" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر بہت زور دیا گیا ہے، اور اس کی بہت تاکید ہے کہ ایسا ہی ہے، اس کو ہم اردو میں کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہے۔ اسی بات کو جب

عربی میں پورے زور سے کہنا ہو تو نفی واثبات میں کہتے ہیں، اس لئے کلمۂ طیبہ ﴿ لا الٰہ إلا اللہ ﴾ میں بتایا گیا ہے کہ صرف خدا ہی معبود ہے، اور کوئی معبود نہیں، ''صرف خدا'' اس پر زور دینے کے لئے وہی نفی اثبات والا طریقہ اختیار کیا گیا کہ ﴿ لا الٰہ إلا اللہ ﴾ نہیں ہے کوئی معبود مگر صرف اللہ، اس کا ترجمہ ہم اگر اس طرح کریں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ، تو اردو کے لحاظ سے اتنا زور نہیں معلوم ہوتا لیکن جو عربی زبان کا اصل کلمہ ہے، عربی زبان کے اعتبار سے اس میں پورا زور پڑ رہا ہے، صرف اور صرف اللہ ہی معبود ہے، تو یہاں جو تعبیر ہے وہ عربی کی تعبیر ہے۔ انسان البتہ خسارہ میں ہے سوائے ان لوگوں کے۔ ''سوائے ان لوگوں کے''، یہ نفی اثبات ہوگیا، انسان خسارہ میں ہے ان کو مستثنیٰ کر کے، اس سے معلوم ہوا کہ اس پر زور دیا گیا ہے کہ صرف وہی لوگ خسارہ سے محفوظ ہیں، صرف وہی لوگ نقصان سے محفوظ ہیں جن میں یہ صفات پائی جاتی ہیں۔ جن میں یہ صفات نہیں پائی جاتیں وہ لوگ نقصان میں ہیں، گھاٹے میں ہیں۔

گھاٹا اور نقصان سب سمجھتے ہیں کہ آدمی کوئی کام کرتا ہے، کچھ خرچ کرتا ہے، کچھ محنت کرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس کا اس کو فائدہ حاصل ہو، اس کا نتیجہ حاصل ہو، لیکن محنت کرنے یا خرچ کرنے کے بعد کچھ حاصل نہ ہو تو کہا جائے گا کہ نقصان ہوا، یعنی جو ملنا چاہئے تھا وہ ملا نہیں، جو حاصل ہونا چاہئے تھا وہ حاصل ہوا نہیں تو خسارہ ہوا۔ اس طرح پوری زندگی کا خسارہ ہوا، زندگی بیکار گئی، ہماری اتنی زندگی ہوئی، ہم نے دنیا میں اتنے سال گزارے، پچاس سال، ساٹھ سال، ستر سال، اسی نوے سال، جو بھی عمر ہوتی ہے، ہم نے دنیا میں اتنی مدت گزاری، اور ہوا کیا؟ سب لاحاصل، سب ضائع چلا گیا، سب نقصان میں رہا، اتنی عمر خرچ کی، اتنی تگ و دو کی، اتنی دوڑ دھوپ کی، اتنی محنتیں کیں، اتنی قربانیاں دیں، اتنی مشکلات جھیلیں، اور اپنے اوقات کو اس طرح صرف کیا، اور اپنے کو بالکل مٹا دیا اور لگا دیا اور کھپا دیا، پھر کیا ہوا؟ معلوم ہوا کہ کچھ نہیں ملا، سب ضائع چلا گیا۔

کامیابی کے لئے چار بنیادیں: کسی کی ساری رقم جیب سے گر گئی ہو یا دریا میں گر گئی ہو، بعد میں افسوس کر رہا ہو کہ ارے ہمارا سب کچھ چلا گیا تو اب کیا حاصل؟ تو فرمایا کہ انسان خسارہ میں ہے، ''لفي خسر'' میں لام تاکید کا ہے، یعنی پورے خسارہ میں ہے، اچھی طرح خسارہ میں ہے۔ اور انسان میں سب آگئے، چاہے ان کا جو مذہب ہو، ان کا جو تجربہ ہو، خواہ جس نسل کے ہوں، لفظ انسان کے اندر سب آگئے، انسان یعنی سارے انسان، انسان یقیناً خسارہ میں ہیں، سخت نقصان میں ہیں، ان کی زندگی ضائع چلی گئی، زندگی اکارت پوری اور حاصل کچھ نہیں ہوا، تو فرمایا کہ جب یہ باتیں نہ ہوں جن کا ذکر آگے آرہا ہے ﴿ إلا الذين آمنوا و عملوا الصالحات، و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر ﴾ چار چیزیں بتلائیں، یہ چار چیزیں انسان کے اندر اگر نہیں ہیں تو وہ خسارہ میں ہے، اس کی زندگی ضائع گئی، اس کا سب لٹ گیا، اس کا سب مٹ گیا، اسے کچھ ملا نہیں، جیسے کہیں کام کرنے گئے، کچھ لینے، کچھ کمانے اور کچھ کرنے گئے، وہاں سے کیا لائے؟ معلوم ہوا کچھ نہیں ملا، خالی ہاتھ آئے، تو فرمایا کہ انسان یقیناً خسارہ میں ہے، مگر وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جن میں چار صفتیں ہوں: (۱) ایمان (۲) عمل صالح (۳) تواصی بالحق (۴) تواصی بالصبر۔

سب سے پہلی صفت ایمان ہے، فرمایا سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے۔ ایمان لانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان حقائق پر یقین کرنا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں، اللہ کو رب واحد ماننا، اپنا پروردگار ماننا، اپنا آقا ماننا اور اس ساری کائنات کا اس کو پروردگار ماننا، اور تنہا اسی کو ماننا، یہ ایمان ہے، اور اسی کا نام عقیدہ ہے۔

پہلی بنیاد: تو سب سے پہلی چیز ایمان یا عقیدہ ہے، یعنی ان چیزوں کو ماننا، تسلیم کرنا جو بنیادی حقائق ہیں، اور اللہ پر ایمان، اس کے احکام پر ایمان، اس کے فرستادوں یعنی جن کو اس نے نبی بنا کر بھیجا ان پر ایمان، ملائکہ پر ایمان، جن کو اللہ نے اس کائنات میں لگایا ہوا ہے، اور جو ہر وقت اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان جو اللہ نے اتاری ہیں۔ اور تقدیر پر ایمان کہ تقدیر اللہ کی طرف سے ہے، جو کچھ ہوتا ہے، اچھا یا برا، اللہ کے علم سے اور اسی کی اجازت سے ہوتا ہے۔ انسان اپنی تقدیر خود نہیں طے کرتا، بلکہ انسان کی تقدیر اللہ تعالیٰ طے کرتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہم جس طرح پیدا ہو گئے، جس شکل میں، جس ہیئت میں پیدا ہو گئے، ہم اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے۔ آدمی اندھا پیدا ہو جائے تو پھر اس کا علاج نہیں، بعد میں اس کی بصارت چلی جائے تو آپ کچھ علاج وغیرہ کر سکتے ہیں، لیکن اگر وہ اندھا پیدا ہوا ہے تو اس کو کہتے ہیں مادر زاد اندھا، اس کا کوئی علاج نہیں۔ اللہ جیسا بنا دے گا اس میں ہم کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے۔ اللہ جو طے کرے گا اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے۔ تبدیلی صرف اس میں لا سکتے ہیں جس میں ہمیں اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے، مثلاً محنت کرنے میں، کوشش کرنے میں اور اپنے لئے فکر اور دنیا کے وسائل اختیار کرنے میں ہم کوئی وسیلہ اختیار کریں، کس طرح محنت کریں؟ کتنا وقت صرف کریں؟ جس میں اللہ نے ہمیں کرنے کا موقع دیا ہے ان میں ہمیں کرنے کا اختیار ہے، لیکن جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے رکھی ہیں ان میں ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ تو تقدیر پر یقین کہ جو اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، ہمیں اس کو ماننا ہے اور اس پر ایمان لانا ہے۔

ایمان کیا ہے؟ یعنی مان لینا، اس کو اپنا لینا، ہمارے خیال میں ممکن ہے کہ مان لینا لوگوں نے لفظ ''ایمان لانا'' ہی سے نکالا ہو، مان لینا ہی ایمان ہے، کہ ایک خدا ہے، پوری کائنات اس کے قبضہ میں ہے، لوگوں کی موت و زندگی کا مالک وہی ہے، اور لوگوں کی

تقدیر کا مالک ہے۔ پہلے تو یہ ایمان اور عقیدہ رکھنا ہے۔

دوسری بنیاد: دوسری صفت یہ کہ ﴿ و عملوا الصالحات ﴾ یعنی صرف یقین کر لینا اور مان لینا کافی نہیں ہے، اس کے ساتھ اچھے اعمال بھی کرے، اچھے اعمال کو انسان بھی جانتا ہے کہ اچھے اعمال کیا ہیں، اور جو نہیں جانتا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں اپنے نبیوں کے ذریعہ بتا دیا ہے، یعنی بہت سی چیزوں کو انسان خود جانتا ہے کہ یہ اچھی ہے، یہ بری ہے، جو اس کے علم میں کسی وجہ سے نہیں آیا تو اس کو بتلانے کے لئے نبی بھیجے، اپنی کتابیں نازل کیں، ان کے ذریعہ سے بتا دیا، تو ان سب پر عمل کرنا، اچھے کاموں کو اختیار کرنا، اپنی زندگی کو صالح اور نیک بنانا، معقول اور شریفانہ اور انسانیت نواز زندگی گزارنا، کامیابی و فلاح کے حصول کے لئے اور خسارہ سے بچنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے۔

انسان کا اصل امتیاز: انسان جانوروں سے کیوں اونچا ہے؟ اپنے ہاتھ پیر کی وجہ سے تھوڑے ہی، جانور کے بھی ہاتھ پیر ہوتے ہیں۔ اپنے منہ کی وجہ سے نہیں، اپنی آنکھوں کی وجہ سے نہیں، یہ چیزیں تو جانوروں کے بھی ہوتی ہیں، اور کھانے پینے کی وجہ سے بھی نہیں، جانور بھی تو کھاتا پیتا ہے، لیکن وہ اخلاق و کردار کہ کھاؤ تو کیا کھاؤ، اور کیا نہ کھاؤ، اور اپنے ہاتھ پیر کو استعمال کرو تو اس کا دائرۂ کار کیا ہو؟ ہاتھ کو ظلم کے لئے نہ استعمال کرو، بلکہ اس کو فائدہ پہونچانے کے لئے استعمال کرو۔ اپنے کو فائدہ پہونچاؤ، دوسروں کو فائدہ پہونچاؤ، اپنی آنکھوں کو غلط نہ استعمال کرو، صحیح استعمال کرو، اگر ہم اس میں دیکھنے کو آزاد کر دیں گے تو جانور اور انسان میں کیا فرق رہے گا؟ اللہ تعالیٰ نے ہم کو انسان بنایا ہے اور باقاعدہ انسان بنایا ہے۔ انسان کی تخلیق کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ ہم انسان کو، آدم کو پیدا کر رہے ہیں، تو فرشتوں کو تعجب ہوا، انہوں نے عرض کیا کہ سارے جانور موجود ہیں، فرشتے موجود ہیں، جہاں تک آپ کی عبادت کا تعلق ہے تو ہم سب لگے ہوئے ہیں، بلکہ ساری کائنات عبادت میں لگی ہوئی ہے، اس میں اس کے لئے الگ سے کوئی مخلوق پیدا کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ پھر آپ انسانوں کو کیوں پیدا کر رہے ہیں؟ (و إذ قال ربك للملائكة إني جاعل في الأرض خليفة، قالوا أتجعل فيها من يفسد فيها و يسفك الدماء، و نحن نسبح بحمدك و نقدس لك ﴾ (سورہ بقرہ: ۳۰) اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قال إني أعلم ما لا تعلمون ﴾ (سورہ بقرہ: ۳۰) تم نہیں جانتے کہ ہم انسانوں کو کیوں پیدا کر رہے ہیں، میں جانتا ہوں، اللہ کی عبادت کرنا اگرچہ تمام مخلوقات پر ضروری ہے، یہ دیگر مخلوقات عبادت کرنے پر مجبور ہیں، لیکن انسانوں کو پھر بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، دراصل انسان کو اللہ نے یہ امتیاز دیا کہ اس کو اختیار دیا کہ اگر تم چاہو تو ہماری نافرمانی کر سکتے ہو لیکن تمہارا فائدہ فرمانبرداری میں ہے اور تم کو اسی کا حکم ہے۔ فرمایا: ﴿ و هديناه النجدين ﴾ (سورہ البلد: ۱۰) (اور ہم نے اس کو دونوں راستے (خیر و شر) کے بتلا دیئے) اب دیکھنا یہ ہے کہ تمہارا جی چاہے گا نافرمانی کرنے کا تو تم اپنے جی پر قابو پاتے ہو یا نہیں پاتے؟ اس لئے کہ بہت سے تمہارے فائدے ایسے ہوں گے کہ تمہارا جی ان فائدوں کو حاصل کرنے کے لئے للچائے گا، تم ہماری نافرمانی کرو گے تو اب یہ دیکھنا ہے کہ تم اپنے جی پر قابو رکھتے ہو یا نہیں رکھتے۔ اگر قابو نہیں رکھو گے تو نافرمانی کرو گے، پھر کیا ہوگا؟ تم نافرمانی کی سزا پاؤ گے، اور اگر تم اپنے نفس پر قابو پا لو گے تو تمہیں بہت شاباشی ملے گی، اور تم اپنے انسان ہونے کا ثبوت دو گے۔ تم کو انسان بنا کر پیدا کیا گیا، اس لئے نہیں کہ ایک مخلوق بڑھ جائے، مخلوق تو بہت ساری ہیں، سانپ، بچھو، چوپائے، جانور، شیر، بھی ہیں، کون سی چیز ایسی ہے جس کی صفت رکھنے والی مخلوق نہ ہو، شیر ہے وہ جانوروں کو کھاتا ہے، بکری ہے وہ زمین سے پیدا ہونے والی غذا کھاتی ہے، تو ہر قسم کے جانور موجود ہیں، ہر قسم کی مخلوق موجود ہے، تو تمہاری کیا ضرورت تھی؟ وہ ضرورت یہ تھی کہ تم اپنا کردار دکھاؤ، اپنا کردار دکھانے کے لئے پیدا کئے گئے، اچھا کردار اختیار کرنے کے لئے تم کو پیدا کیا گیا۔

تو ایمان یہ ہے کہ ان ساری چیزوں پر یقین کرنا جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے طے فرما دیا ہے اور مقرر کر دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ پر یقین کرنا کہ وہ رب العالمین ہے اور وہ ربِّ واحد ہے، اور اس کے بعد یہ کہ تم اچھی زندگی گزارو، اچھے اعمال اختیار کرو۔ (باقی آئندہ)

☆☆☆

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گزارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
44, Haji Building, S.V.Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele: Add Cupkettle Tel:3460220,3468708

۱۲ نمبر اور ۱۲x کی اسپشل چائے استعمال کیجئے

طریقہ کار میں تبدیلی کی ضرورت

تحریر: مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی

موجودہ دور میں جو لوگ مسلمانوں کے مسائل اٹھاتے اور انہیں موضوع بحث بناتے ہیں وہ اپنی ساری توجہ وتوانائی دشمنوں کی سازشوں دسیسہ کاریوں اور ان کے منصوبوں پر صرف کرتے ہیں ان وسائل پر زور دیتے ہیں جو دشمنان اسلام مسلمانوں کے خلاف رائے عامہ تیار کرنے اور اسلام کی شبیہ مسخ کرنے کے لئے اختیار کرتے ہیں، مسلمان جس پسماندگی، پستی، غربت وافلاس بے کاری اور آپسی تنازعات سے دوچار ہیں اس کی ذمہ داری مسلمانوں ہی پر ڈالی جاتی ہے مسلم معاشرہ میں فساد وبگاڑ، خانہ جنگی، آپسی کشمکش، چپقلش اور خلفشار وانتشار کا سبب اسلام کو ٹھہراتے ہیں۔

لیکن حقیقت میں وہ اس بحث ومباحثہ کے پس پردہ میں مغرب کی خصوصیات کو اجاگر کرتے ہیں، ان مقالات میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ مغربی ملکوں میں باہمی تعاون اور تال میل قائم ہے، مغرب نے تعلیم وتربیت کے میدان میں ترقی کی ہے، اقتصادی سیکٹر میں بہتری آئی ہے اس کے پاس ایسے وسائل وذرائع ہیں جن کی بنا پر پسماندہ اور غریب ملکوں کی وہ مدد کرتا ہے حالانکہ یہ پسماندہ ممالک آبادی اور طبعی وسائل وذخائر کے اعتبار سے مغربی ملکوں سے کہیں زیادہ فائق ہیں۔

اسی طرح سامراجیت کی طویل تاریخ پر بحث کی جاتی ہے جس میں یورپ نے پوری دنیا کو اپنے تسلط وقبضہ میں کرلیا اور اپنے مفادات کی خاطر اور توسیع پسندانہ عزائم کو بروئے کار لانے کے لئے مغلوب ملکوں کے وسائل کا استحصال کیا پھر ان ملکوں میں ایسے عناصر اور افراد پیدا کردیئے جو اپنے ملکوں کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں، انتشار وخلفشار اور کشمکش کا سبب بنتے ہیں اور اپنے عوام اور قوم کو اسپر مجبور کرتے ہیں کہ وہ غاصب ملکوں پر اعتماد وبھروسہ کریں، ان سے مدد طلب کریں، حالانکہ ان غاصب ملکوں نے ان پسماندہ ملکوں کی دولت وثروت کا استحصال کیا اور ایک ایسی نسل تیار کردی جو ایجنٹ کی حیثیت سے کام کررہے ہیں اور ان ملکوں کی نقالی اور تقلید کی ترغیب دیتے ہیں، جن ملکوں نے ان کو غلام بنایا اور مسلسل ان مظلوم ومغلوب ملکوں پر اقتدار وتسلط کا منصوبہ بناتے رہتے ہیں۔

یقیناً یہ تمام پہلو اہم اور فیصلہ کن ہیں اور بہت سے مسلم ملکوں میں مسائل اور مشکلات پیدا کرنے میں ان کا اہم رول رہا ہے لیکن فطری طور پر یہاں ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ وہ کون سی رکاوٹ ہے جو ان ملکوں کو سازشوں، چال بازیوں اور دسیسہ کاریوں سے نجات دلانے میں حائل ہورہی ہے؟ اور تخریبی منصوبوں کا مقابلہ کرنے سے کون سی چیز مانع آرہی ہے اور ذلت آمیز صورت حال سے چھٹکارا پانے کی ان کی کیا تیاریاں ہیں؟

ابھی گذری ہوئی صدی کے حالات پر جب نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ صرف عالم اسلام ہی مغربی سامراج اور مغربی منصوبوں کا نشانہ اور ہدف نہیں تھا اور تنہا یہی جنگوں، آزمائشوں اور مصائب ومشکلات سے دوچار نہیں ہوا بلکہ بہت سے دوسرے ممالک بھی عالم اسلام سے زیادہ سخت آزمائشوں اور بڑی محرومی اور ظلم سے گذرے ہیں۔

جرمنی اور جاپان ایک طویل عرصہ تک جنگ سے دوچار رہے، بڑی مغربی طاقتوں کے ظلم وستم کا شکار ہوئے، لیکن یہ دونوں ملک زبردست تباہی وبربادی کے باوجود عالمی جنگوں کے نتائج واثرات سے چھٹکارا حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے، حالانکہ عالمی جنگوں نے ان دونوں ملکوں کو بالکل تباہ وبرباد کرڈالا تھا لیکن یہ دونوں ملک بڑی حوصلہ مندی اور اولوالعزمی کا ثبوت دیتے ہوئے دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوگئے، یہی نہیں بلکہ جہد مسلسل، عمل پیہم، بہتر منصوبہ بندی اور ملکی وقومی اتحاد کے ذریعہ عالمی طاقتوں کے برابر ہوگئے، اور ان سے مقابلہ کرنے لگے۔

یہی صورتحال کمیونسٹ چین کیساتھ بھی پیش آئی، ایک زمانہ تھا جب کہا جاتا تھا کہ چینی گمنامی کی زندگی گذار رہے ہیں، اور زندگی کے میدان میں اس کا کوئی رول نہیں، لیکن چین میں ایک ایسا انقلاب رونما ہوا جس نے صورتحال بدل دی، انقلاب کے بعد چین کو سرمایہ دارانہ نظام اور مغربی ملکوں کی طرف سے دھمکیوں، چیلنجزوں اور دباؤ کا سامنا کرنا پڑا، اس کا بائیکاٹ کیا گیا، اس پر پابندیاں عائد کی گئیں، لیکن چین اپنے وسائل، افرادی قوت اور اپنی ذاتی صلاحیت وقوت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بغیر کسی خارجی امداد وتعاون کے زندگی کے میدان میں ڈٹا رہا، پھر وہ وقت آگیا کہ دنیا نے اسکے وجود کو تسلیم کرلیا، اور اسکے لئے دروازے کھول دیئے، اسکے بعد چین نے ان ملکوں کو جو اس سے برسر پیکار تھے اس بات پر مجبور کردیا کہ وہ اس کے ساتھ تعاون کریں، انجمن اقوام متحدہ کا ممبر منتخب کرلیا گیا، یہی نہیں بلکہ سلامتی کونسل میں اس کو ویٹو پاور کا حق حاصل ہوگیا، حالانکہ ایک وہ وقت تھا جب اسکے سامنے ترقی کی ساری راہیں بند کردی گئیں، اس کا عرصہ حیات تنگ کرنے کے لئے سارے حربے استعمال کئے گئے، لیکن چین نے اپنی قوت ارادی، مضبوط اور ٹھوس منصوبہ بندی اور تنظیمی صلاحیت اور اپنے ملکی وسائل پر بھروسہ اور خود اعتمادی کے ذریعہ تمام پریشانیوں اور مصائب پر قابو

پالیا، اس نے مخالف عالمی طاقتوں کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا، اپنے اصول ونظریات اور اپنے فلسفہ حیات پر مضبوطی سے قائم رہا، بڑی طاقتوں کے مطالبات اس نے تسلیم نہیں کئے، اور نہ ان سے نرم رویہ اختیار کرنے کی اپیل کی۔

مغرب نے کمیونزم کے خلاف جو جنگی مہم چلائی وہ سنگینی اور خطرناکی میں اس مہم سے کم نہیں جو آج مغرب اسلام کے خلاف چلارہا ہے، عرصہ دراز تک کمیونزم مغربی سامراجی ملکوں کی دشمن رہی، اور مغرب نے بھی اس کے مقابلہ کے لئے اپنے سارے علمی، فکری، ثقافتی، سیاسی اور عسکری وسائل استعمال کرڈالے۔

شمالی کوریا کے ساتھ بھی یہی صورتحال پیش آئی، لیکن وہ بھی اپنے موقف پر ڈٹا رہا، اس نے مغرب کے کسی چیلنج اور دھمکی کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا، اور آج بھی اس نے اس امریکہ کے سامنے سپر نہیں ڈالی جو کہ اس وقت عالمی سپر پاور ہے، اور نہ اس نے کسی دھمکی کی پرواہ کی، وہ پوری قوت کے ساتھ اب بھی اپنی پالیسی پر قائم ہے۔

گذشتہ صدی سے مغربی طاقتوں نے اسلام کو مرکز توجہ بنایا اور اسلام کو کمیونزم اور نازی ازم سے زیادہ خطرناک خیال کیا، اور اسکو صفحہ ہستی سے مٹانے اور بیخ دبن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے اپنی ساری طاقت وقوت لگادی ہے، لیکن اس صورتحال سے ڈرنے اور خائف ہونے کی چنداں ضرورت نہیں، بلکہ استقلال وپامردی، حوصلہ مندی اور اولوالعزمی، حکمت ودانشمندی، صبر وثبات، ٹھوس پلاننگ وتنظیم اور دینی واسلامی روح کے ذریعہ اس کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ امت اسلامیہ کی صفوں میں اتحاد وتعاون، دینی وملی شعور، ایثار وقربانی، احساس ذمہ داری، دینی غیرت وحمیت اور صحیح اسلامی اسپرٹ پیدا کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ مغربی ملکوں نے کمیونزم اور نازیت کو ختم کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی، اور کمیونسٹ ملکوں نے فکری، ثقافتی اور قومی تشخص وشناخت باقی رکھنے کی جو کوشش کیں ان کو ناکام بنانے میں مغربی طاقتوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، لیکن باہمی اتحاد وتعاون، احساس خودی، اپنے وجود کی بقا کی فکر، ذاتی وسائل وذرائع پر اعتماد وبھروسہ اور کسی بھی قیمت پر سر تسلیم خم نہ کرنے کا عزم وارادے نے ان ملکوں کے تشخص کو باقی رکھا، اور ان ہی امتیازات وخصوصیات کی بنا پر ہر طرح کے چیلنجوں، منصوبوں اور دھمکیوں کا مقابلہ کیا، چنانچہ زندگی کے ہر میدان میں کامیابی کامرانی سے ہمکنار ہوئے، اور جو ملک ان سے وسائل وقت میں ممتاز تھے ان سے فوقیت لے گئے، اور زندگی کے ہر میدان میں اپنی شناخت اور قومی خصوصیت باقی رکھی۔

ایک فلسطینی وفد نے جنوب مشرقی ایشیا کی تحریک آزادی کے ایک لیڈر سے ملاقات کی، جس نے مغربی سامراجی طاقتوں کے خلاف کامیابی حاصل کی تھی، اس ملاقات کا مقصد یہ تھا کہ فلسطین کی جنگ آزادی میں اس سے مدد لی جاسکے، اور اسکے تجربات سے فائدہ اٹھایا جاسکے، لیکن اس لیڈر نے فلسطینی وفد کو بہت سخت جواب دیا اور کہا تم لوگ مجھ سے مشورہ لیتے ہو، حالانکہ میں نے تمہاری ہی روشن تاریخ سے مزاحمت ومقابلہ کا طریقہ لیا ہے اور تمہارے اسلاف کی جہادی روح سے بھرپور استفادہ کیا ہے، گویا اس لیڈر نے فلسطینی وفد کو بھلایا ہوا سبق یاد دلایا۔

دشمن سازشیں رچتے ہیں، منصوبے بناتے ہیں، یہ ان کا حق ہے کہ اپنے مخالفوں اور دشمنوں کے خلاف منصوبہ بندی کریں، مسلمانوں کو قرن اول میں مختلف قسم کے خطرات، چیلنجوں، سازشوں، اور تخریبی منصوبوں کا سامنا کرنا پڑا، مسلمانوں کی روشن تاریخ اس کی گواہ ہے، لیکن مسلمانوں نے کبھی تو بے سروسامانی وبے بضاعتی کے ساتھ طاقتور دشمن کا مقابلہ کیا، اور کبھی فکری وثقافتی یلغار کا سامنا کیا، جبکہ اس میدان میں بھی دشمن علم وفن کے اسلحہ سے لیس تھا، لیکن اس عدم توازن کے باوجود مسلمانوں نے اپنے عزم واستقلال، استقامت وعزیمت، احساس خودی وخود اعتمادی، دین سے گہری وابستگی اور اپنے چشمہ طاقت وقوت (قرآن وسنت نبوی) پر مضبوطی قائم رہنے کی بنا پر ہر طرح کے خطروں، چیلنجوں پر قابو پالیا، مسلمانوں کا یہ امتیاز تھا کہ وہ ہر مصیبت وخطروں کے وقت متحد ہوجاتے تھے، اور استقلال وپامردی اور دینی وملی غیرت وحمیت کا ایسا ثبوت دیتے تھے کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں، نئے نئے چیلنجوں اور غیر معمولی مصائب وآزمائش ان کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش پیدا نہ کرسکے، وہ دشمنوں کے وسائل اور فوجی طاقت وقوت سے مرعوب نہ ہوئے، بلکہ چٹان کی طرح دشمنوں کے مقابلہ پر ڈٹے رہے، بڑے صبر واستقلال، غیرت وحمیت، خودداری وجوانمردی اور احساس خودی سے مشکلات ومصائب کا مقابلہ کیا، چنانچہ ان کی پریشانیاں دور ہوگئیں اور مصائب کے بادل چھٹ گئے۔

کسی بھی تحریک کی کامیابی اس کے طریقہ کار، پالیسی عزم وارادہ، خود اعتمادی، احساس خودی، حقیقت شناسی اور دشمن کے عزائم ومنصوبوں سے واقفیت پر منحصر ہے، اور پھر اس واقفیت کی روشنی میں جدوجہد کے ہر میدان میں تیاری کی جائے، جب ہم عالم اسلام اور دنیا کے دوسرے ترقی یافتہ ملکوں کے درمیان موازنہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ دونوں کے درمیان بڑا فرق اور بہت بڑا خلا ہے، دنیائے اسلام کی قیادتیں احساس ذمہ داری اور دینی وملی اور قومی جذبہ سے خالی ہیں جبکہ مخالف قیادتیں ملی وقومی جذبات سے سرشار ہیں۔

دنیائے اسلام نے انیسویں صدی عیسوی میں مغرب کی تقلید ونقالی شروع کی، اور اب تک اسی روش پر قائم ہے حالانکہ تقلید ونقالی کا زمانہ مختصر ہوتا ہے، اس لئے کہ جب تقلید کرنے والا اس شعور کو پہونچتا ہے تو تقلید ونقالی کو چھوڑ کر ابتکار وابداع اور جدت کا طریقہ اختیار کرتا ہے، اپنے لئے نیا راستہ تلاش کرلیتا ہے، پھر اپنے

سابق استاذوں کے احکام قبول نہیں کرتا، اور یہ طبعی قانون ہے لیکن دنیائے اسلام کی سیاسی قیادتیں یورپ کی دو صدیوں سے نقالی وتقلید کرتی چلی آرہی ہیں، یورپ کے فکری رجحانات اور سیاسی وتہذیبی نظام کو اپنے ملکوں میں نافذ کررہی ہیں، حالانکہ بہت سے مغربی مفکرین خود مغربی آئیڈیا لوجی اور یورپی تصورات ونظریات پر تنقید کررہے ہیں، اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ مغربی آئیڈیالوجی نے انسانیت کو فائدہ کم نقصان زیادہ پہونچایا ہے۔

عالم اسلام میں جو چیز اس وقت مفقود اور کمیاب ہے وہ احساس خودی کا فقدان ہے، قومی، ملی وفکری تشخص وامتیاز اور وقار واعتبار بحال کرنے کے عزم وارادوں کا فقدان ہے، یہ عجیب بات ہے کہ قومیت ووطنیت اور علاقائیت کے داعی ہی سب سے زیادہ مغرب کی نقالی کی دعوت دینے والے تھے۔

مغرب کی چالبازیوں، دسیسہ کاریوں، سازشوں عیاری ومکاری، دجل وفریب، خیانت وغداری، جانب داری اور حقارت آمیز سلوک کا تجربہ ہوجانے کے بعد اب یہ وقت آگیا ہے کہ عالم اسلام اپنی ذات اور اپنی خودی کی طرف لوٹنے کی فکر وکوشش کرے، خودداری، عزت نفس، صبر واستقلال، تحمل وبردباری کی صفات سے متصف ہو، قومی عزت وشرافت اور ملی امتیاز کا یہ تقاضہ ہے، آج عالمی طاقتوں کی جانب سے مسلم ملکوں سے نصاب تعلیم، طریقہ تعلیم وتربیت اور دیگر امور میں تبدیلی وتغیر کا مطالبہ کیا جارہا ہے اس کا مقابلہ بغیر عزم راسخ، جہد مسلسل، عمل پیہم اور مضبوط وٹھوس پلاننگ کے نہیں کیا جاسکتا، موجودہ چیلنجوں اور مصائب وفتن اور موجودہ حالات کا مقابلہ صحیح عقیدہ والتزام، اسلامی اقدار وروایات، دینی واسلامی شعائر کی پابندی وحفاظت، سنت نبوی اور صحابہ کرام کے طریقہ کار کو اپنا کر ہی کیا جاسکتا ہے، ان تمام سیاسی قائدین سے (جو اسلام دشمن طاقتوں پر تکیہ کئے ہوئے ہیں) وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اپنے موقف میں تبدیلی لائیں، تقلید کو چھوڑ کر خود اعتمادی اور خود اپنے وسائل پر بھروسہ کریں، امت مسلمہ کا اپنے قائدین سے مطالبہ ہے کہ وہ فیصلہ کن موقف اختیار کریں، جب راہنماؤں میں احساس وشعور بیدار ہو جائے گا اور صحیح موقف اختیار کرلیں گے تو ان کو اپنی قوم سے بھرپور تعاون ملیگا، اور عالم اسلام کے مختلف حصوں میں حکمراں طبقہ اور عوام کے درمیان جو کشمکش جاری ہے وہ فطری طور پر ختم ہوجائیگی۔

جو لوگ اپنے ملک کے نظام حکومت کے خلاف غصہ اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہیں ان کو بھی چاہئے کہ وہ دانائی وحکمت سے کام لیں، اور حکمراں طبقہ کو مطمئن کرنے کے لئے سنجیدہ طریقہ اختیار کریں، ردعمل اور تنقید کا راستہ چھوڑ کر دعوت واصلاح اور مفاہمت کا راستہ اختیار کریں، کیونکہ ٹکراؤ کے راستہ نے امت کو بہت نقصان پہونچایا ہے، لہٰذا تصادم کی راہ چھوڑ کر مفاہمت اور حکمت پر مبنی دعوت کا طریقہ استعمال کرکے حکمراں طبقہ کو مطمئن کریں اور ان کے اندر دینی وملی حمیت وغیرت اور احساس خودی پیدا کریں، اس لئے کہ آج امت کو جو مسائل درپیش ہیں ان سے گلوخلاصی کا واحد راستہ یہی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة، وجادلهم بالتي هي أحسن، ان ربك هو أعلم بمن ضل عن سبيله وهو أعلم بالمهتدين، وإن عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به، ولئن صبرتم لهو خير للصابرين، واصبرو ماصبرك إلا بالله، ولا تحزن عليهم ولا تك في ضيق مما يمكرون، إن الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون﴾ (سورۃ النحل)

"اپنے پروردگار کی طرف بلائے حکمت سے، اور اچھی نصیحت سے، اور ان کے ساتھ بحث کیجئے، پسندیدہ طریقہ سے، بیشک آپ کا پروردگار (بھی) خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہی ہدایت پائے ہوؤں کو (بھی) تو خوب جانتا ہے اور اگر تم لوگ بدلہ لینا چاہو تو انہیں اتنا ہی دکھ پہونچاؤ جتنا دکھ تمہیں پہونچایا گیا ہے اور اگر تم صبر کرلو تو یہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھا ہے، آپ صبر کئے رہئے اور آپ کا صبر تو بس اللہ ہی کی توفیق سے ہے، اور آپ ان پر غم نہ کیجئے، اور ان چالوں سے جو یہ لوگ چلتے رہتے ہیں تنگ دل نہ ہوئیے، بے شک اللہ ان لوگوں کیساتھ (رہتا) ہے جو تقویٰ اختیار کئے رہتے ہیں اور جو لوگ نیک کار ہیں۔"

(ترجمہ: محمد وثیق ندوی)

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار

اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

(علامہ اقبال)

امتحان عاشق کا ہوتا ہے منافق کا نہیں

شمس الحق ندوی

میرے باغ پھلوں سے لدے ہوئے تھے کھجوریں رس بھری تیار تھیں، شہر میں دوستوں اور آشناؤں کی بھی کمی نہ تھی، زندگی خوشحال وباغ وبہار تھی، میں اس سے قبل کبھی اور اتنا مطمئن ومالدار نہ تھا، گھر میں بیوی بچوں کی چہل پہل تھی اور شہر میں مخلص دوستوں اور ملنے جلنے والوں کی ہنستی کھیلتی محفلیں، یہ سب کچھ تھا مگر میں رنج والم درد وغم کے ایک بحر بے کراں میں غوطے کھا رہا تھا جس کسی کو آواز دیتا اور اس کی طرف ہاتھ بڑھاتا وہ سنی اَن سنی کردیتا اور اپنا ہاتھ کھینچ لیتا۔

سورج حسب معمول نکل رہا تھا اور اپنی تابناک کرنوں سے کوہ وبیاباں سب کو منور کررہا تھا، غریب کے جھونپڑے سے لیکر امراء وشاہوں کے محلات تک کو جگمگا رہا تھا مگر میرے دل کی دنیا میں اتنا اندھیرا تھا۔ میری نگاہوں میں دنیا اتنی تیرہ وتاریک تھی کہ ظلمتِ شب اور دن کے اجالے میں کوئی تمیز نہ تھی، جس سمت کو نکلتا جہاں کہیں بھی جاتا اداسی ومایوسی میری رفیق اور ہجوم رنج میرا پاسباں ہوتا۔ دل کو ہزار امیدیں دلاتا اور سنبھالتا۔ اعصاب وحواس کو بہتیر قابو میں کرتا اور مسجد میں پہونچ جاتا خوف ویاس، بیم ورجا کے عالم میں (فداہ ابی وامی) اپنے محبوب محمد ﷺ کے قریب نیت باندھ کر کھڑا ہوجاتا۔

زبان اور ہاتھ پاؤں نماز کے ظاہری ارکان ادا کرنے میں مصروف ہوتے، مگر دل ودماغ کہیں اور نگاہیں چپکے چپکے ماہ انور کی طرف بے اختیار پھر جاتیں کہ دیکھوں حضور ﷺ مجھے دیکھ رہے ہیں کہ نہیں۔ حضور ﷺ مجھے دیکھ رہے ہوتے تھے مگر جیسے ہی آپ پر نظر پڑتی منہ پھیر لیتے۔ نہ مجال گفتار تھی نہ جرأت دیدار، دل بھر آتا اور آنکھوں میں آنسو امڈ آتے، ہونٹ تھرتھرا کے رہ جاتے اور بس۔۔۔۔ ہاں اتنی تسکین ضرور ہوتی اور کچھ ذرا سی ڈھارس بندھتی کہ

وہ بے رخی سے دیکھتے ہیں دیکھتے تو ہیں
مگر تسکین کا یہ سامان بھی زیادہ ساتھ نہ دے سکا کہ سکوت۔۔۔۔ کہ ہم تینوں (ہلال ابن امیہ اور مرارۃ ابن الربیع اور میں) سے گفتگو کرنا بھی ممنوع قرار دے دیا گیا۔ اب جس کسی کا سامنا ہوتا گفتگو تو کجا بلکہ ہمکو دیکھ کر رخ پھیر لیتا۔

میں تھا اور دشتِ غم کا سناٹا
کوئی آواز دور دور نہیں

زمیں اپنی وسعت کے باوجود ہم پر تنگ وتاریک ہوگئی جیسے ہر شے اپنی کشش ورعنائی کھو چکی ہو۔ گویہ دن موسم بہار کے تھے مگر بہار کا موسم میری نگاہوں سے اوجھل تھا۔ اب نہ مجھے اپنی فصلوں اور لدے ہوئے کھجوروں کا ہوش تھا نہ کسی اور شئے کا۔ اور ہوتا بھی تو کیوں کر ہو جبکہ وہی ناراض تھے جو جان بہار ہیں، انھیں کی نسبت سے بہار، بہار ہے، گلشن گلشن ہے، یہی نسبت درمیان سے ہٹ جائے تو بس ویرانہ اور وحشت ہی وحشت ہے۔

پاس اگر تو نہیں شہر ہے ویراں تمام
تو ہے تو آباد ہیں اجڑے ہوئے کاخ وکو

کرب وبے چینی کی گھڑیاں گذرتی رہیں اسی عالم میں اپنے چچازاد بھائی ابوقتادہؓ کے باغ میں داخل ہوا یہ مجھے بہت محبوب تھے اور ہم دونوں کا گہرا یارانہ تھا مگر میں نے جب سلام کیا تو خاموش رہے اور بزبان حال کہا کہ

یہی جواب ہے اس کا کہ کچھ جواب نہیں

میں نے کسی طرح دل کو سنبھال کر انہیں قسم دلا کر پوچھا کہ ابوقتادہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں پھر بھی کچھ جواب نہیں۔ جب سہ بارہ ان سے پوچھا تو بڑی بے اعتنائی سے بولے کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ ان کا یہ جواب سن دل بھر آیا اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے اور حیران وسرگرداں الٹے پاؤں واپس ہوا۔ ابھی تک امتحان محبت کی منزلیں طے نہ ہوئی تھیں میں کھویا کھویا سا۔

دلِ عاشق ہے کہیں پاؤں کہیں پڑتے ہیں

کے عالم میں مدینہ کے بازار سے گذر رہا تھا کہ ایک شامی نبطی تاجر بآواز بلند پوچھ رہا تھا کوئی کعب کا پتہ بتادے۔ اس کی آواز پر لوگ میری طرف اشارہ کرنے لگے وہ لپک کر میرے پاس آیا اور ملک غسان کا ایک خط میرے حوالے کیا جس میں لکھا تھا کہ (خدا نے تم کو بے یارومددگار نہیں پیدا کیا ہے۔ تم میرے پاس آجاؤ تمہارا اکرام کریں گے، تمہاری صلاحیتوں کی قدر کریں گے میں نے خط پڑھا تو فوراً سمجھ گیا کہ

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

اور خط کو اسی وقت چولھے میں ڈال کر جلا دیا اور ہونٹ یوں حرکت کرنے لگے

امتحان عاشق کا ہوتا ہے منافق کا نہیں

امتحان وآزمائش کے دن گذر چکے تھے اور وحی کا سلسلہ بند تھا۔ ہم لوگوں کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا جو قطعی ہوتا دور ابتلاء ہی چل رہا تھا۔

چالیسویں دن میرے محبوب محمد ﷺ کا قاصد پیام لایا کہ تم تینوں اپنی بیویوں سے الگ رہو۔ بات واضح نہ ہوسکی میں نے پوچھا کیا طلاق دے دوں یا کیا مطلب ہے؟

قاصد نے کہا بس الگ رہو۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا تم اپنے میکے چلی جاؤ اور جب تک کوئی فیصلہ نہ ہو وہیں رہو۔ ہم تینوں میں ہلال ابن امیہ بوڑھے اور کمزور تھے، مزید برآں اس امتحان نے اتنا نڈھال کر دیا تھا کہ حرکت وشوار تھی۔ کوئی خادم تھا نہ غلام۔ اہلیہ نے حضور ﷺ سے خدمت کی اجازت مانگی تو مل گئی۔ یہ دیکھ کر میرے یہی خواہوں نے مجھ سے بھی کہا کہ تم بھی اجازت لے لو۔ میں نے ان کے مشورہ کو رد کرتے ہوئے کہا کہ میں اس کو برداشت کر سکتا ہوں، حضور ﷺ سے عرض کرنے کی جرأت نہیں، الگ رہنا آسان ہے کچھ عرض کرنا مشکل۔

اسی طرح ہمارے ہمدردوں نے اس وقت ہمیں بڑی ملامت کی تھی جب میں نے جنگ میں شریک نہ ہونے کی وجہ حضور ﷺ سے ٹھیک ٹھیک بتا دی تھی، سب لوگ مجھ سے یہی کہتے رہے کہ جس طرح دوسرے لوگوں نے عذر و معذرت کر کے اپنے کو عتاب سے بچا لیا تم بھی بچا لیتے۔

جھوٹ کی معافی کے لئے حضور ﷺ کا استغفار تمہارے لئے کافی تھا مجھ سے اتنا اصرار ہوا تھا کہ پوچھئے پر ہلال ابن امیہ اور مرارہ ابن الربیع کا نام اس عتاب میں شریک ہونے کا نہ لیا گیا ہوتا تو میرے قدم ڈگمگا جاتے اور میں ہلاک ہونے والے منافقین میں شامل ہو جاتا، مگر قسمت کی یاوری اور عشق کی رہبری نے ساتھ دیا اور اس ہلاکت سے بال بال بچ گیا، سچ ہے عشق میں مشورہ نہیں ہوتا، دنیا تاریک تھی، باہر کے لوگوں کی نگاہیں پہلے سے ہی بدلی اور پھری ہوئی تھیں اب شریک حیات تک سے ملنا ممنوع ہو گیا جو کسی قدر باعث تسکین و تسلی تھا۔ امتحان مشکل سے مشکل تر ہو گیا۔

اور بات صرف اتنی تھی کہ حضورؐ نے جب غزوہ تبوک کا ارادہ فرمایا تو خلاف معمول پہلے سے سب کو اطلاع کر دی اور تیاری کا حکم دے دیا سب نے تیاری کر لی اور میں آجکل پر ٹالتا تھا کہ خدا نے دے رکھا ہے جب چاہوں گا تیاری ہو جائے گی، بازار جاتا اور کوئی تیاری نہ ہوتی۔ وقت یوں ہی گذرتا رہا تا آنکہ کوچ کا دن آ گیا اور حضور ﷺ مسلمانوں کی اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ نکلے کہ ان کا شمار مشکل تھا۔ جہاد میں ان نکلنے والوں کی کوئی لسٹ تھی نہ اندراج جو شخص نہ جانا چاہتا وحی کے بغیر اس کا معلوم ہونا مشکل تھا۔ لوگ چلے گئے اور میں آجکل ہی کرتا رہا اور یہ خیال ہوا کہ اب بھی تیز سواری سے جاؤں گا اور راستہ میں جا ملوں گا اور کاش ایسا کر لیا ہوتا۔

اب جب میں مدینہ کی گلیوں میں نکلتا تو سوائے معذورین و منافقین کے کوئی نظر نہ آتا، یہ صورت حال شرم سے پانی کر دیتی۔ کاتب تقدیر نے اب بھی نہ کچھ کرنے دیا۔ حضور ﷺ نے راستہ میں مجھے کہیں نہ پوچھا، تبوک پہونچ کر تشریف فرما تھے کہ مجھے یاد فرمایا، ایک صاحب نے فرمایا کہ ان کو پیٹ ٹاپ نے نہیں نکلنے دیا مگر میرے مخلص معاذ بن جبلؓ نے میری طرف سے دفاع کیا اور فرمایا۔ بڑی نازیبا بات کہی۔

میں سفر نہ کر سکا اور حضور ﷺ کی واپسی کی خبر آ گئی۔ اب میں حیران تھا کہ اپنے محبوب کو کیا منہ دکھاؤں اور سامنا کیوں کر ہو؟ بہت غور کیا اور ہر چھوٹے بڑے سے مشورہ لیا مگر دل میں کوئی بات نہ جمی جھوٹ بول کر بچنا چاہتا تو یہ میرے لئے آسان تھا خدا نے مجھے قوت گویائی کا اچھا ملکہ عطا فرمایا تھا مگر دل میں یہ خیال رہ رہ کر چٹکی لیتا کہ اگر وحی کے ذریعہ حضور ﷺ کو اطلاع ہو گئی تو کیا کرو گے بالآخر میں نے صحیح صورتحال بیان کرنے کا فیصلہ کر لیا اور حقیقت حال ہی عرض کی۔

دن اسی ابتلاء و آزمائش میں گذر رہے تھے جو اوپر ذکر کیا کہ ہمارے امتحان کا پچاسواں دن آ گیا اور وحی الٰہی نے ہماری برأت کا اعلان کیا اور ہماری توبہ کی قبولیت کا اعلان ہوا۔ ﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ نماز صبح کے بعد جب سورج اپنی کرنوں کو بکھیرنے کی تیاری میں تھا ہماری بھی شب تاریک کی سحر کا اعلان ہوا۔

آپ ﷺ نے نماز کے بعد صحابہ کو خبر کی، پھر کیا تھا ہمارے مخلصوں کے چہروں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی اور ہر ایک کی یہ آرزو ہوئی کہ وہ سب سے پہلے مجھکو یہ خوشخبری سنائے۔ کسی نے گھوڑے کو ایڑ لگائی، کسی نے اس میں تاخیر سمجھی پہاڑ پر چڑھ کر اعلان کیا۔ میں اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا تھا آواز سنکر رنج و غم کے بادل چھٹ گئے مسرت و شادمانی نے گلے لگایا فرط مسرت سے بے اختیار سجدہ میں پڑ گیا۔ زرادیر میں پہاڑ سے آواز دینے والا میرا مخلص میرے پاس آ چکا تھا میں نے غایت خوشی سے اپنے جسم کا لباس اسکو دے دیا اور خود مستعار کپڑے پہنے کہ اس وقت میرے پاس ایک ہی کپڑا تھا۔ اب دربار رسالت ﷺ میں حاضری کے لئے نکلا۔ لوگ بڑھ بڑھ کر جوق در جوق ملنے اور مبارکباد دینے لگے یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہو گیا۔ حضور ﷺ تشریف فرما تھے لوگ حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی حضرت طلحہ بن عبید اللہ لپک کے میری طرف بڑھے۔ مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔ حضور ﷺ کی طرف بڑھا تو چہرۂ انور دمک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب سے تم پیدا ہوئے اس وقت سے اب تک کی مبارک ترین گھڑی کی خوشخبری سنو۔ حضور ﷺ کا یہ حال تھا کہ جب خوش ہوتے تو چہرہ انورؐ چودھویں کے چاند کی طرح دمکتا، چہرہ دیکھ کر ہی ہم لوگ خوشی کو سمجھ لیتے تھے۔ پھر جب میں آپؐ کے سامنے بیٹھا تو عرض کیا۔ اے اللہ کے نبی ﷺ توبہ کی قبولیت کی خوشی میں میں اپنے مال میں سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ضرور۔ کچھ باقی بھی رکھو چنانچہ خدا کے اس انعام عظیم پر جو دولت ایمان کے بعد سب سے بڑا انعام تھا خیبر کا حصہ روک کر۔ راہ خدا میں دے دیا۔

محبت و فدائیت کی یہ داستان لکھتے ہوئے اب قلم جہاں تک پہونچا ہے ایک سوالیہ نشان بنکر آگے چلنے سے

بقیہ: صفحہ نمبر ۳۱

وہ عالم ٹیں انتخاب
حضرت مولانا سید محمد امین نصیر آبادیؒ

مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

شیخ طریقت حضرت مولانا سید محمد امین صاحب نصیر آبادی کو اللہ عزوجل نے ایسی یگانہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ جنہیں دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور میں اللہ عزوجل نے تجدید و اصلاح کے لئے انہیں منتخب فرمایا تھا ان کی ذات ستودہ صفات کے سوانحی خاکوں سے اس بات کا کامل یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ عزوجل نے اس امت کی اصلاح کے لئے جس طرح ہر دور میں مرد کامل کا انتخاب فرمایا ہے۔ آپ اپنے دور کے انہیں کاملین کے سرخیل تھے۔

اللہ عزوجل نے اس امت کی اصلاح کے دو انتظامات فرمائے ہیں:

ایک یہ کہ اس نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ایسی کامل و مکمل اور زندہ تعلیمات عطا فرمائی ہیں جو ہر کشمکش اور ہر تبدیلی کا بآسانی مقابلہ کر سکتی ہیں، اور ان میں ہر زمانہ کے مسائل و مشکلات کو حل کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔

دوسرے اس نے اس کا ذمہ لیا ہے کہ وہ اس دین کو ہر دور میں ایسے زندہ اشخاص عطا فرماتا رہے گا جو ان تعلیمات کو زندگی میں منتقل کرتے رہیں گے اور مجموعاً یا انفراداً اس دین کو تازہ اور اس امت کو سرگرم عمل رکھیں گے، اس دین میں ایسے اشخاص کے پیدا کرنے کی جو صلاحیت و طاقت ہے، اس کا اس سے پہلے کسی دین سے اظہار نہیں ہوا۔۔۔ یہ محض اتفاقی بات نہیں بلکہ انتظام خداوندی ہے کہ جس دور میں جس صلاحیت و قوت کے آدمی کی ضرورت تھی اور زہر کو جس تریاق کی حاجت تھی وہ اس امت کو عطا ہوا۔

ہر دور میں ایسے افراد پیدا ہوئے جنہوں نے تحریفات و تاویلات کا پردہ چاک کر دیا اور حقیقت اسلام اور دین خالص کو اجاگر کیا، بدعات اور عجمی اثرات کے خلاف آواز بلند کی، سنت کی پرزور حمایت کی، عقائد باطلہ کی بے باکانہ تردید اور مشرکانہ اعمال و رسوم کے خلاف علانیہ جہاد کیا، مادیت و نفس پرستی پر کاری ضرب لگائی، تعیشات اور اپنے زمانہ کے متکبر دولت مندوں اور مستغنی آسودہ حال اور فارغ البال لوگوں کی سخت مذمت کی، عقلیت پرستی کا طلسم توڑا اور اسلام میں نئی قوت و حرکت اور مسلمانوں میں نیا ایمان اور نئی زندگی پیدا کر دی، یہ افراد دماغی، علمی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے اپنے زمانہ کے ممتاز ترین افراد تھے، اور طاقتور و آویز شخصیت کے مالک تھے، جاہلیت و ضلالت کی ہر نئی ظلمت کے لئے ان کے پاس کوئی نہ کوئی ید بیضا تھا، جس سے انہوں نے تاریکی کا پردہ چاک کر دیا اور حق روشن ہو گیا، معاشرہ میں احتساب کا فرض ادا کیا اور اس کے انحراف اور کج روی پر کھل کر تنقید کی اور صحیح اور حقیقی اسلام کی برملا آشکارا دعوت دی، جنہوں نے دعوت و تذکیر اور انذار و تبشیر میں انبیاءؑ کی نیابت کی اور ایمان کی دبی ہوئی چنگاریوں کو شعلۂ جوالہ کی حرارت و حرکت بخشی، جنہوں نے مادیت کے تیز و تند دھارے کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی تیزی و بلا خیزی کم کی اور خدا کی مخلوق کو اس دھارے میں بہہ جانے یا اس میں دب جانے سے محفوظ رکھا۔

حضرت مولانا سید محمد امین نصیر آباد کا شمار انہیں مصلحین و مجددین میں ہوتا ہے۔ وہ رائے بریلی کے معروف قصبہ نصیر آباد میں پیدا ہوئے، وہ اس قطبی مدنی خانوادے کے چشم و چراغ تھے جس کی خیر میں اللہ نے شجاعت و قوت دلیری و بہادری، اولوالعزمی، حوصلہ مندی، اخلاص و ایثار، تواضع و انکساری کے ساتھ دینی حمیت و غیرت اور شعور وجدان کی اعلیٰ صلاحیت رکھی ہے، جس خانوادے کا ہر فرد چندے آفتاب و چندے ماہتاب ہے، اور الحمد للہ آج تک یہ تسلسل جاری ہے۔

مولانا محمد امین صاحب نور اللہ مرقدہ کو اللہ عزوجل نے دل دردمند سے نوازا تھا۔ وہ معاشرتی مفاسد کو دیکھ کر تڑپ جاتے تھے۔ اور اس کے استیصال کے لئے پوری کوشش کرتے۔ یادگار سلف کے مقدمہ نگار علامہ سید سلیمان ندویؒ نے آپ کے اس وصف کا یوں تذکرہ فرمایا ہے،

اس زمانہ قحط الرجال میں جو جنس سب سے زیادہ کمیاب ہے وہ اتقیاء اور صلحاء کا وجود ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو علماء کا فریضہ خاص تھا وہ مساجد و مدارس میں بدلتا جاتا ہے، ہم برائیاں دیکھتے ہیں، بدعات روز مرہ نظر سے گذرتی ہیں مگر کبھی سوسائٹی کی تاثیر، کبھی مصلحتِ وقت کا خیال کبھی بڑوں کی بڑائی اور اکثر جاہ اور طمع دنیا کلمہ حق کے اظہار سے باز رکھتا ہے۔

ایسے وقت میں اگر ہمارے درمیان کوئی ایسی ہستی تھی جو اس وصف سے ممتاز تھی، جس نے اپنی پوری زندگی اسی نہج سے گذار دی کہ جہاں سے گذرا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ قدم قدم پر ادا کرتے چلے، بدعات کا استیصال برائیوں کا قلع قمع، مراسم خبیثہ کا ابطال، مناظروں، قلمی و زبانی بحثوں اور قیل و قال سے نہیں بلکہ خدا و رسول کے حکم کے مطابق عمل کیا اور مسلمانوں کو اپنے زور حق اور کلمۂ حق کی قوت سے اس کے ماننے پر مجبور کر دیا، کتاب و سنت کی تعلیم صحیح عقائد کی تلقین، رسوم جاہلیت کی تردید اور بدعات سیئہ کے محو میں حضرت مولانا سید محمد امین

نصیر آبادی کو بڑا امتیاز حاصل تھا۔

شخصیت کی تعمیر: مولانا کی شخصیت کی تعمیر میں اس ماحول کا بڑا اثر ہے جس میں انہوں نے آنکھیں کھولیں، ان کے والد بزرگوار علامہ سید محمد طٰہٰ حسنیؒ ریاست ٹونک میں مقام سرونج ایک ذمہ دارانہ عہدہ پر فائز تھے۔ وہ اپنے دور کے کامل بزرگوں میں سے تھے۔ اللہ کی ذات پر اعتماد ان کا امتیازی وصف تھا۔ جس وقت ان کی وفات کا وقت قریب ہوا، اس وقت سید صاحبؒ صرف ۴۰ روز کے تھے۔ والد محترم نے آپ کو گود میں لیا اور لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر فرمانے لگے، یہ بچہ یتیم ہے، ہمارے نبی ﷺ کو بھی اللہ نے یتیم ہی پیدا کیا تھا۔ لہٰذا اس بچہ کو عظمت کی نظر سے دیکھنا اس کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اور دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر بارگاہ صمدیت میں دعا کی،

"مولا اگر تیری مرضی اور مصلحت یہی ہے کہ میرے لختِ جگر کو اپنی قدرت خاص کے ہاتھوں تعلیم و تربیت دے تو میں اسے تیری رحمت کے حوالہ کرتا ہوں، میری کبھی بھی یہ تمنا نہیں ہے کہ تیرے سوا کوئی کفیل ہو"

یادگار سلف کے تذکرہ نگار آگے یوں رقمطراز ہیں،

"سارے اعزہ و اقارب موجود تھے، بار بار عرض کرتے رہے کہ حضرت کسی کو مربی مقرر کر دیجئے لیکن جن متوکلین علی اللہ کی آنکھوں میں کارساز حقیقی کا جمال عزت و قدرت سمایا ہو وہ دنیائے دنی کے اسباب کار کی کب پروا کرنے لگے ہر بار یہی جواب ملا، بحر خدا کے کسی کے پر نہیں کرتا وحسبی ونعم الوکیل۔

والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ کے حقیقی بھائی حضرت مولانا سید حکیم محمد متینؒ اور جناب حافظ عبدالستار ڈپٹی کلکٹر نے تعلیم و تربیت کی ذمہ داری اٹھائی، اور ہر طرح سے سرپرستی کی، کبھی آپ کو اپنی یتیمی کا احساس نہ ہونے دیا، ناز و نعمت کی پرورش اور حسب و نسب کی بلندی اور وجاہت کی نیک نگاہوں کو قریب سے دیکھنے اور برتنے نے انہیں وہ حوصلہ اور دلیری عطا کیا کہ کبھی نہ وہ کسی عالی نسبی کے نسب سے مرعوب ہوئے۔ اور نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وقت کسی قسم کی وجاہت ورعایا کے حقوق سے پورے طور پر واقف تھے۔ جغرافیہ اور حساب پر بہت زور دیتے تھے، ہندسہ اور اقلیدس سے خاص دلچسپی تھی کبھی کبھی اطبائے زمانہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے فرماتے کہ ان بیچاروں کو طب سے کیا علاقہ جو علم ہیئت اور جغرافیہ سے بھی واقف نہیں، وہ طبیب کیا علاج کر سکتا ہے، جس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ فلاں ملک کس اقلیم میں واقع ہے اور موسموں کے ردوبدل کے وقت آفتاب و ماہتاب کا کیا اثر عالم پر مرتب ہوتا ہے۔"

شعر گوئی پر قدرت نہ تھی لیکن شعری ذوق اتنا اچھا تھا کہ ادق سے ادق اشعار حل کر دیتا اور ان پر نقد و تبصرہ فرمانا معمولی بات تھی اردو میں خواجہ میر درد، حالی اور غالب کے دلدادہ تھے، (یادگار سلف ۴۶۔۴۷)

بیعت ارشاد: حضرت سید صاحبؒ اپنے خاندانی بھائی خدارسیدہ بزرگ حضرت سید شاہ ضیاء النبی کے دست گرفتہ تھے ان کے علاوہ حضرت خواجہ سید احمدؒ سے بھی بیعت کا تعلق تھا۔ لیکن جملہ سلاسل کی اجازت حضرت ضیاء النبی جو اس زمانہ کے قدوۃ الصالحین اور زبدۃ المشائخ تھے حاصل تھی۔

دعوتی اسفار: حضرت سیدؒ نے اصلاح و تربیت کا کام شروع فرمایا تو وہ اس اقلیم کے شہ سوار بنے۔ رائے بریلی سے گذر کر پرتاپ گڑھ، سلطان پور، جون پور، اعظم گڈھ، اور غازی پور کے بعض علاقوں تک ان کے دعوتی اسفار جاری رہے، جس علاقہ میں قیام کرتے سنت کا رنگ غالب آجاتا، بدعات و منکرات سے طبیعتوں میں تنفر پیدا ہوتا، جس بستی سے گذر گئے وہاں سنت کی باد نسیم مست خرام ہوتی۔ اللہ عزوجل نے حضرت سید کو عجب تاثیر عطا فرمائی تھی۔ جس پر نظر پڑ جاتی اسکی باطنی و ظاہری کیفیات میں انقلاب آجاتا، آنکھوں میں بلا کی کشش تھی، نظر پڑتے ہی دل اس طرح کھنچتے جس طرح لوہا مقناطیس کی طرف کھنچتا چلا جاتا ہے۔ منکرات و فواحش پر روک ٹوک کا انداز بھی نرالا تھا۔ اس میں کسی قسم کے خوف اور ملامت کی پروا نہ کرتے۔ زبان سے جو بات نکل جاتی اس کے اثرات ظاہر ہوتے، آپ کا باطن ظاہر اور ظاہر باطن تھا۔ اسی وصف نے انہیں محبوب خلائق بنا دیا تھا۔

ہندوستان سے گذر کر دعوت و ارشاد کے لئے متعلقین اور منتسبین کی دعوت پر برما تشریف لے گئے برما کے مرکزی شہر رنگون میں قیام رہا جہاں یوپی کے مشرقی اضلاع کے بہت سے لوگ ملازمت پیشہ تھے، اور وہیں مقیم تھے سید صاحب سے ان کی ارادتمندی تھی۔ وہاں کی چمک دمک، دولت کی ریل پیل اور بعض علماء سو کی موجودگی میں بھی آپ کی دعوت و ارشاد کا انداز وہی رہا، سورتی مسجد جو رنگون کی شاندار مسجد تھی اسکی آرائش و دیکھ کر فرمایا کہ یہ مسجد نہیں کوئی محل ہے، جمعہ کی نماز میں حضرت سید صاحب کے پیچھے نماز جمعہ ادا کرنے والوں کی کثرت کی وجہ سے وہاں کے کمپنی باغ میں جمعہ کی نماز کا اہتمام کرنا پڑا۔ حضرت نے ایک طویل تقریر فرمائی جس کے اثرات مجمع پر ایسے ہوئے کہ حضرت سے

گرویدگی اور شیفتگی اتنی بڑھ گئی کہ جو مخالف تھے وہ بھی آپ کی دیانت، للّٰہیت اور عظمت کے قائل ہو گئے، بعض شر پسندوں نے آپ کے خلاف ریشہ دوانیاں بھی کیں اور حکومت سے مل کر کمپنی باغ میں جمعہ کی نماز سے روکنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی نصرت کا ظہور ہوا، اور بڑے پیمانے پر جمعہ کا قیام ہوا۔

اثنائے وعظ حضرت سید صاحب نے اہل دولت و ارباب اقتدار کی ناعاقبت اندیشی پر دل کھول کر بوچھاریں کیں، مساجد اور امامت وغیرہ پر مجتہدانہ انداز میں بحثیں فرمائیں، اتباع کتاب سنت کو اصل قرار دیتے ہوئے بدعت کے فرق کو مثالوں سے واضح کیا اور سارا وعظ سود و بیاج کے رد پر ختم کیا، ضمناً شراب خوری، قمار بازی اور رسومات و خلاف شرع امور پر دل کھول کر برسے، پارساؤں کی صورت و سیرت بنانے پر کافی زور دیا، گو اس واقعہ کو گذرے ہوئے برسوں ہو گئے ہیں، تاہم آج تک اہل برما کے قلوب آپ کی محبت سے بسریز ہیں،

کمال استغناء: حضرت سید صاحب اپنے اسلاف کے نمونہ اور ان کے ایثار و اخلاص اور صفت استغنا کے وارث تھے۔ برما کے سفر میں مالداروں کی طرف سے دولت کے بہاؤ نے آپ کے جامہ استغنا کو متاثر نہ کیا، یادگار سلف میں یہ مرقوم ہے کہ حافظ محمد فاروقؒ جو سفر برما میں ساتھ تھے، روایت کرتے ہیں کہ کمپنی باغ میں اثنائے وعظ روپیوں کی بارش ہو جاتی اگر حضرت سید صاحب مانع نہ ہوتے، چنانچہ بعد ختم وعظ بڑی بڑی رقمیں اور تھیلیاں سامنے لائی گئیں، جن کے لینے سے حضرت سید صاحب نے انکار کر دیا اور کتنوں کے ہاتھ جھٹک دئے، لوگوں کا متفقہ بیان ہے کہ اگر آپ چاہتے تو سیکڑوں روپے تو درکنار بلکہ ہزاروں رنگون و مانڈلہ کے اہل ثروت سے بخوشی لیکر چلے آتے اور سونے اور چاندی سے گھر بھر لیتے لیکن صرف اس وجہ سے آپ نے قبول نہیں کیا کہ یہ اسلاف کبار کے طریقہ کے خلاف ہے اور بلا خوف لومۃ لائم تبلیغ حق کے منافی ہے۔

حضرت سید صاحب کے واقعات استغناء کی کمی نہیں، بخوف طوالت صرف ایک اہم واقعہ کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں "جب حضرت سید صاحب ریاست ٹونک (جو حقیقتاً خانوادۂ قطبیہ کا مامن و ملجا اور سادات حسنی الحسینی کا گہوارہ رہ چکا ہے) میں فرمانروائے ٹونک نواب محمد علی خاں مرحوم معین الدولہ بن نواب وزیر الدولہ والی ٹونک کی دعوت پر تشریف لے گئے تو نواب صاحب مرحوم نے حضرت سید صاحب کی انتہائی عزت فرمائی، اور مہمان نوازی کرنے کے بعد صدر الصدور امور مذہبی کے منصب جلیل کو پیش کیا اور یہ بھی فرمایا کہ خورد و نوش ہمارے ہمراہ ہوگی، مگر آپ نے کمال اولوالعزمی اور بے نیازی کے ساتھ اس اعزاز خسروی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھے اس پر پورا بھروسہ ہے جس نے آپ کو یہ عزت بخشی ہے پھر اس کا کیوں نہ دست نگر بنوں، اور پھر یہ شعر پڑھا۔

شاہ مارا زر دہد منت نہد
رازق مارزق بے منت دہد

حضرت سید صاحب نے ملتان کا بھی سفر کیا، اور کئی بار تشریف لے گئے وہاں کے بدعات و خرافات کو دیکھ کر کافی دلگیر ہوئے اور جمعہ میں حسب معمول جم کر ان منکرات پر روشنی ڈالی اور ازالۂ بدعت اور احیاء سنت کا فریضہ ادا کیا، ڈنکے کی چوٹ پر قبر پرستی، تعزیہ پرستی، پیر پرستی وغیرہ کے بدائل ابطال فرمایا، اہل بدعت نے نہ کبھی ایسا وعظ سنا تھا اور نہ کبھی اتنی جرأت و ہمت سے اہل باطل کے خلاف کسی نے کچھ کہا تھا۔ سارے شہر میں ہلچل مچ گئی، کچھ توبہ سے سرفراز ہوئے اور کچھ نے خفگی کا پیمانہ اور بے نیازی کے ساتھ اس اعزاز خسروی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھے اس پر پورا بھروسہ ہے جس نے آپ کو یہ عزت بخشی ہے پھر اس کا کیوں نہ دست نگر بنوں، اور پھر یہ شعر پڑھا۔

شاہ مارا زر دہد منت نہد
رازق مارزق بے منت دہد

حضرت سید صاحب نے ملتان کا بھی سفر کیا، اور کئی بار تشریف لے گئے وہاں کے بدعات و خرافات کو دیکھ کر کافی دلگیر ہوئے اور جمعہ میں حسب معمول جم کر ان منکرات پر روشنی ڈالی اور ازالۂ بدعت اور احیاء سنت کا فریضہ ادا کیا، ڈنکے کی چوٹ پر قبر پرستی، تعزیہ پرستی، پیر پرستی وغیرہ کے بدائل ابطال فرمایا، اہل بدعت نے

کا چھوڑ جانا کوئی عظمت نہیں رکھتا۔

حضرت سید صاحب اس دور پرفتن میں اللہ کی نشانی تھے انہوں نے جو کام کیا وہ مجددانہ کام ہے، جو اللہ کی طرف سے کسی مجدد ہی کے حصہ میں آتا ہے۔ آپ کی تنہا تبلیغ و ہدایات سے وہ کام انجام پایا کہ بہت سے علماء کی مجموعی طاقت سے ناممکن تھا۔ ضلع سلطان پور، رائے بریلی، پرتاپ گڈھ، کی فضا جس میں خانگی عداوتوں، پشتینی دشمنیوں نے زہر گھول رکھا تھا آپ کی آمد نے اسکا تریاق فراہم کیا، لوگ سچے اور پکے مسلمان بن گئے، ان اضلاع میں قریش اور گوجروں کی کثیر آبادی ہے ان میں شجاعت کا جوہر تھا، وہ بیباک و نڈر بھی تھے، لیکن معمولی باتوں میں وہ باہم اس طرح ٹکراتے جیسے کوئی وحشی درندہ اپنے شکار پر ٹوٹ پڑتا ہے، حضرت سید صاحب کی کرامت ہے کہ انہیں فسق و فجور سے نکال کر خالص مذہبی رنگ میں رنگ دیا۔

حضرت سید صاحب کے شاگرد خاص جناب عبدالخالق نے جو آپ کی منقبت میں اشعار کہے ہیں اس میں انہوں نے اس قوم گوجر کا بھی تذکرہ کیا ہے، جس سے سید صاحب گو سب سے زیادہ سابقہ پڑا (اس لئے کہ قصبہ نصیر آباد اور اسکے اطراف میں انہیں کی آبادی ہے) اور ان کے ذہن و فکر پر سید صاحب کے جو اثرات ہو سکتے تھے اسکو انہوں نے یوں ادا کیا ہے،

دلوں میں وحشیوں کے پود جو تو نے لگائی ہے
خدا وہ دن بھی دکھلائے ہم اس کو بار و رو دیکھیں

سید صاحب کی دعوتی معاشرتی، علمی اور عملی زندگی وہ کھلی کتاب ہے جس کا عکس جمیل ہم یوپی کے اس علاقہ میں چاندنی کی طرح چھٹکی ہوئی محسوس کر رہے ہیں، یہ آفتاب ہدایت ۶۳ سال تک زر افشانی کرتا ہوا مطلع انوار کو کہکشاں کی رو سے سجا کر بالآخر غروب ہو گیا۔

یہ کمال زندگی ہے کہ جب آفتاب ڈوبے
تو فلک کو نور دیکر نئی انجمن سجا دے

☆☆☆

ملی مسائل

''نکاح نامہ''

(جاری کردہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ)

اصلاح معاشرہ کی ایک منضبط دستاویزی کوشش

امین الدین شجاع الدین

اطلاعات کے مطابق ہدایت نامہ برائے نکاح یا نکاح نامہ (جو میڈیا کی خبروں میں ''ماڈرن نکاح نامہ'' کے نام سے دُہرایا جاتا رہا) کو مسلم پرسنل لاء بورڈ کی عاملہ کے اجلاس نے بالآخر ۲۵ دسمبر ۲۰۰۴ء کو منظوری دے دی، مستقبل قریب میں بورڈ کی مجلس عام میں اسے منظوری و توثیق کے لئے پیش کیا جائیگا۔ عاملہ میں اس نکاح نامہ کے منظور ہونے سے قبل اور افسوس کہ اسکے بعد بھی اس کے متعلق غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور اس پر اعتراضات کا سلسلہ جاری ہے۔ حقیقت سے بے خبری اور ذمہ دار علماء و دانشوروں پر بے اعتمادی کی فضاء تعمیری مقاصد و اہداف کو ہمیشہ سے نقصان پہنچتا رہا ہے اور اس سے تنقید و تنقیص کا وہ مزاج پنپتا ہے جو زوال پذیر قوموں کی علامت ہوتا ہے۔

جبکہ واقعہ یہ ہے کہ مسلم پرسنل لاء بورڈ کا یہ نکاح نامہ دراصل ایک اصلاحی اور انضباطی کوشش ہے جس کے ذریعہ طرفین کو شریعت سے قریب لانے، انہیں زیادہ سے زیادہ پابند شریعت بنانے اور نکاح کے مقدس معاہدے کی روح کو ہمہ وقت تازہ و مستحضر رکھنے کی ایک دستاویزی کوشش کی گئی ہے جس کو لازمی نہیں قرار دیا گیا ہے، اور اس میں اختلافی مسائل بھی نہیں ہیں، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مثبت کوشش کو مثبت نگاہ ہی سے دیکھا جائے اور محض ناواقفیت کی بناء پر غلط فہمیوں کا شکار ہونے سے گریز کیا جائے۔

مسلم معاشرہ کا بگاڑ جس حالت کو پہنچ چکا ہے اس کے تدارک کے لئے کتاب و سنت کی روشنی میں کی جانے والی یہ اصلاحی کوشش کو نہ صرف مستحسن نگاہوں سے دیکھا جانا چاہئے بلکہ اسے روبہ عمل لانے اور عام کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھنا چاہیے۔ ملت سے محبت اور مفاد کا تقاضہ یہی ہے۔

بہر حال بورڈ کی عاملہ نے ''نکاح نامہ'' کو منظوری دے دی ہے، جو غالباً درج ذیل تین اجزاء پر مشتمل ہے:

(۱) پہلے حصہ میں نکاح سے پہلے نکاح پڑھانے والے کے لئے ضروری معلومات درج ہیں جن کی مدد سے نکاح خواں اس بات کا اطمینان حاصل کر سکے کہ زوجین کے مابین نکاح میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں ہے، اس حصہ میں نکاح خواں، زوجین، وکیل، ولی اور گواہان کی دستخطوں نیز مہر کی مقدار معجّل یا غیر معجّل کے مندرجات ہیں۔

(۲) نکاح نامہ کا دوسرا حصہ ''ہدایات برائے زوجین'' پر مبنی ہے جس میں اس پر توجہ دلائی گئی ہے کہ نکاح مسنون طریقے سے انجام دیا جائے اور تمام خلاف شرع امور سے بچا جائے۔ نکاح کو آسان بنایا جائے اور فضول خرچی سے اجتناب کیا جائے۔ زوجین ایک دوسرے کے جذبات کا پاس ولحاظ رکھیں اور حتی الوسع درگذر سے کام لیں۔

''ہدایات برائے زوجین'' میں مہر کے سلسلے میں یہ ہدایت شامل ہے کہ بیوی کا ایک اہم حق اس کا مہر بھی ہے بہتر طریقہ یہ ہے کہ پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ نکاح کے وقت ہی دیا جائے اگر بعد میں مہر ادا کرنا ہو تو بہتر ہے کہ مہر سونا یا چاندی میں مقرر کرے کیوں کہ آپ ﷺ نے اسی طرح مہر مقرر فرمایا ہے۔

ان ہدایات میں متوجہ کیا گیا ہے کہ تنازعہ کی صورت میں شرعی حدود میں رہتے ہوئے معاملہ کی درستگی کے لئے مناسب تدابیر اختیار کی جائیں۔ خاندان کے بزرگوں یا علماء اور سماج کے ذمہ دار لوگوں میں سے دو ایک شخص کو حَکم بنائے اگر ان سب کے باوجود حالات بہتر نہ ہوں تو بحالتِ مجبوری اس بات کی اجازت ہے کہ علیٰحدگی کا شرعی طریقہ اختیار کیا جائے اور اس کے لئے دار القضاء یا کسی مستند عالم دین سے رجوع کیا جائے۔

(۳) اس نکاح نامہ کا تیسرا جزء ''اقرار نامہ'' پر مبنی ہے جس میں زوجین اپنے مسلمان ہونے اور ازدواجی زندگی میں احکام شریعت کے پابند رہنے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا اقرار کرتے ہیں لیکن اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے ان کے درمیان کوئی نزاع پیدا ہو جائے تو دار القضاء یا شرعی پنچایت یا مستند عالم دین ان کے درمیان ثالث ہوگا، اور وہ جو فیصلہ کرے گا، دونوں اس کے پابند رہیں گے۔

اس سلسلہ میں عموماً ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ آخر اس قسم کے نکاح نامہ کو مرتب کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی، لیکن اگر مندرجہ بالا تفصیلات نکاح نامہ کا قارئین بغور جائزہ لیں اور مسلم معاشرہ کی جو عمومی دینی حالت و کیفیت ہے، اس کا تصور کرتے ہوئے غور فرمائیں تو ان کے لئے درج ذیل نتائج پر پہنچنا انشاء اللہ دشوار نہیں ہوگا کہ بورڈ کا مرتب کردہ نکاح نامہ یہ تاثر قائم کرتا ہے کہ:

۱- نکاح وطلاق سے متعلق لاعلمی کی وجہ سے پیدا شدہ کوتاہیوں کے تدارک اور ان کی اصلاح کی یہ ایک مخلصانہ منضبط دستاویزی کوشش ہے۔

۲- نکاح ایک رسم نہیں بلکہ زوجین کے مابین ایک مقدس و پاکیزہ معاہدہ ہے، اور یہ محض چند رسومات (Rituals) کا نام ہرگز نہیں ہے۔

۳- اس معاہدہ کی رُو سے زوجین ایک ایسے بندھن میں بندھ جاتے ہیں جس کے ذریعہ ان پر ایک دوسرے کے حقوق عائد ہو جاتے ہیں اور ان کا پاس

ولحاظ کرنا ان کے لئے ناگزیر ہو جاتا ہے۔

۴- میاں بیوی کے مابین کسی قسم کے تنازعہ کے پیدا ہو جانے کی صورت میں ان کو اس کا پابند کیا گیا ہے کہ غصہ کی حالت یا کسی ردِ عمل و جذبات کی کیفیت میں بذات خود وہ کوئی فیصلہ نہیں کریں گے بلکہ وہ دونوں اپنے لئے کسی قابل اعتماد و قابل قبول مخلص و دیانت دار مربی و سرپرست یا مستند عالم دین کو فیصل بنائیں گے یا پھر دار القضاء سے رجوع کریں گے، جہاں قاضی قرآن و سنت کی روشنی میں مقدمہ کا فیصلہ کرے گا۔

۵- اس طرح انشاء اللہ عوام میں دار القضاء کے نظام کو براہ راست سمجھنے کا مزاج پیدا ہوگا جو اسلام کے عدالتی نظام کو عوامی سطح پر روشناس کرانے میں کارگر ثابت ہوگا۔ افسوس کا مقام ہے کہ مسلمانوں کے خانگی اور شرعی مسائل غیر شرعی عدالتوں میں جائیں اور وہاں فیصل ہوں۔ جب کہ عموماً مشاہدہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے شوہروں کے ظلم و استحصال کی شکار بیویوں کو کما حقہ انصاف بھی نہیں مل پاتا۔

(۵) کتاب و سنت کی روشنی میں زوجین کے باہمی حقوق کو اس طرح اجاگر کیا گیا ہے کہ طلاق کے عمل کا ایک مذموم فعل ہونا ابھر کر سامنے آتا ہے۔ طلاق کے مذموم ہونے کا شعور بیدار کرنے کی یہ کوشش ازدواجی زندگی کو خوش گوار بنانے اور اس کو تلخیوں سے دور رکھنے میں انشاء اللہ مفید کارگر ثابت ہوگی۔

(۶) ''ایک مجلس کا تین طلاق'' معیوب ہے، اور جس میں زوجین کو متوجہ یا متنبہ کیا گیا ہے کہ کسی شدید مجبوری کے بغیر طلاق دینے سے اجتناب کرنا چاہئے اور ایک وقت میں تین طلاق دینے سے بچنا چاہئے۔

افسوس کہ مسلم پرسنل لاء بورڈ کی عاملہ کے ''نکاح نامہ'' کی منظوری سے قبل ہی اس پر متضاد بیانات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا جس سے عوام میں یہ غلط فہمیاں پیدا ہو رہی تھیں کہ:

۱- مجوزہ نکاح نامہ کے ذریعہ بورڈ اپنا کوئی فیصلہ تھوپنے جا رہا ہے۔

۲- طلاق کا حق بیوی کو منتقل کرنے کے لئے ''حق تفویض طلاق'' کا مسئلہ مجوزہ نکاح نامہ میں شامل ہے۔

۳- طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں دیگر مکاتب فکر کے اختلاف کے باعث اس راہ میں پیچیدگیاں ہیں۔

زیر نظر مضمون کے شروع میں بورڈ کے ذریعہ نکاح نامہ کے مشمولات و مندرجات بیان کر دیئے گئے ہیں جس کے بعد غلط فہمیوں کے باقی رہنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ وہ بات کہ سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ ہو اس سے منظر عام پر آنے سے پہلے ہی بدگمانیوں پر مبنی قیاس آرائیاں کرنا بددیانتی تو ہے ہی، ملت کو گمراہ کرنے اور اس میں انتشار پیدا کرنے کی ایک مذموم کوشش کے مترادف بھی ہے۔ عاملہ کی میٹنگ سے پہلے مذکورہ بالا سوالات کے جوابات دیتے ہوئے حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی (نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ) نے اپنے ایک انٹرویو میں جو کچھ کہا تھا اس کا نقل کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ اس سے غلط فہمیوں کے ازالہ میں انشاء اللہ مدد ملے گی:

۱- بورڈ نے نکاح وطلاق کے متعلق اسلام کے احکامات کی اہمیت زوجین کو سمجھانے کے لئے ایک مسودہ تیار کیا ہے۔ بورڈ نے کوئی نیا کام نہیں کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ زوجین اپنے حقوق و فرائض کو سمجھیں اور ان پر عمل کرتے ہوئے ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گذاریں اور کسی معمولی بات کو لے کر جذبات کی رو میں بہہ کر اس کو ٹوٹنے نہ دیں۔ بورڈ نے اسی کی روشنی میں یہ قدم اٹھایا ہے جو شریعت کے مطابق ہے۔ نکاح اور طلاق کے مسئلہ پر بورڈ اپنا کوئی فیصلہ نہیں تھوپ رہا ہے۔

۲- ''طلاق کا حق بیوی کو منتقل کرنے'' کے مسئلہ پر عرض ہے کہ یہ حق بعض مخصوص حالات میں نکاح کے وقت حاصل کیا جا سکتا ہے، اس سے بہت سے نئے مسائل پیدا ہوں گے (البتہ شریعت کے مزاج و روح کو پیش نظر رکھنا اور سمجھنا ضروری ہے) یہ بات خاتون ارکان کو سمجھا دی گئی تھی اور وہ اس پر متفق ہو گئی تھیں۔ بورڈ کے سامنے اب یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

۳- طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں مختلف مکاتب فکر کے نمائندوں کے اختلاف سے متعلق عرض ہے کہ عام مسلمان اور سواد اعظم تین طلاق کو مانتے ہیں عام مسلمانوں میں ناواقفیت اور لاعلمی کی وجہ سے ایک وقت میں تین طلاق دینے کا چلن ہو گیا ہے، شعوری یا لاشعوری طور پر تعلیم یافتہ لوگ بھی تین طلاق کے حق کو ایک ساتھ استعمال کر بیٹھتے ہیں اور اپنی غلطی کا احساس ہونے کے بعد پھر پچھتاتے ہیں۔ اگر میاں بیوی افہام و تفہیم سے کام لیں اور طلاق رجعی پر اکتفا کریں تو خاندان کے ٹوٹنے اور بکھرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ بورڈ نے علماء دائمہ سے کہا ہے کہ لوگوں کو طلاق کے مسائل بتائیں اور ان کو سمجھائیں کہ ایک وقت میں تین طلاق کے حق کے استعمال سے باز رہیں۔ یہ گناہ ہے اس لئے اس سے بچیں۔

اس نکاح نامہ کے جاری کئے جانے سے مسلم پرسنل لاء بورڈ کی ذمہ داری بڑھ گئی ہے کہ وہ نہ صرف دار القضاء کو جا بجا قائم کرے بلکہ ان کا ایک جال بچھا دے فعال و موثر دار القضاء کے قیام کے بغیر ''نکاح نامہ'' اور اس میں درج ہدایات اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں زیادہ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکیں گی۔ اس کے علاوہ میڈیا سے بھی بورڈ کو برابر رابطہ بنائے رکھنے کی ضرورت ہے اس لئے کہ وہ نہ صرف غلط فہمیوں کا شکار ہے بلکہ اس کے ذریعہ بے بات کی باتوں کی تشہیر سے عوام تو عوام خواص بھی تذبذب کا شکار معلوم ہوتے ہیں اسی طرح بورڈ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی آواز کو عوام کی آواز بنانے کے لئے اپنی کارکردگیوں سے عوام کو روشناس رکھے اور اس کے لئے کوئی ایسا نظام ترتیب دے۔ جس سے عوام کا اس کا رشتہ مزید استوار اور گہرا ہو سکے۔

☆☆☆

ندوۃ العلماء کا اعتدال

ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

شعور کی آنکھیں کھلیں تو دیکھا کہ والد صاحب میلاد خواں اور فاتحہ خواں ہیں، تعزیہ دار ہیں، شب براء ت، محرم، گیارہویں، بارہویں کا اہتمام کرنے والے ہیں، کسی کی موت پر تیجا، چہلم، چالیسواں اور برسی کرتے ہیں بس یہی دین ہے، دوہریت تو خواب میں نہ تھی، مگر مذہبیت یہی تھی، برٹش دور تھا، سرکاری اسکول کی تعلیم ہوئی جہاں اردو ثقافت کا غلبہ تھا جب میلاد کی کتابیں پڑھ لینے لگا اور والد صاحب کو محسوس ہوا کہ میں ان سے زیادہ علم رکھتا ہوں تو مجھے اپنا نائب بنادیا۔ ابھی تک میری ملاقات کسی عالم دین سے نہ ہوئی تھی، میں یہ سمجھتا تھا کہ مذہب کا کام عقلی طور پر جو باتیں بری ہیں ان سے دور رکھنا اور جو اچھی ہیں ان پر عمل کرانا ہے، ابھی تک شرک وتوحید کی بات میرے ذہن میں نہ آئی تھی، میں ہندوؤں کے بھجن میں لطف لیتا، قوالی بالمزامیر میں لذت پاتا، جمعہ، جمعہ نماز پڑھ لیتا، نفل روزوں کا اہتمام کرتا اور بڑا دیندار سمجھا جاتا اپنے رشتہ داروں میں بڑی عزت پاتا۔

میری اردو بہت اچھی ہوگئی کچھ فارسی بھی آگئی بعض عزیزوں نے مجھے جناب مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تصنیف "رسالہ دینیات" اور "خطبات" پڑھنے کا مشورہ دیا، سچ یہ ہے کہ یہیں سے میری زندگی میں انقلاب شروع ہوا، اب میں نے دین کو سمجھنے کی کوشش شروع کی تو اختلافات کی دنیا میں الجھ کر رہ گیا، اب جی چاہا کہ کسی عالم سے ملوں، لیکن ملے کیا کہ ملنے کے بجائے پہلے اس کی تقریر سنوں، اس لئے کہ ملنے پر وہ اپنے علم سے مجھے دبالے گا اور تقریر سن کر میں کوئی رائے قائم کرنے میں آزاد رہوں گا، میرے آباء واجداد کے گاؤں گروندہ ضلع بارہ بنکی میں مولانا حشمت علی صاحبؒ کی تقریر ہوا کرتی تھیں، میں نے پہلی بار جو کسی عالم کی تقریر سنی تو وہ مولانا حشمت علی صاحب کی تقریر تھی، میں نے ان کی تین تقریریں سنیں تو مجھے جیسے کسی عالم کی تقریر سننے سے تنفر سا پیدا ہوگیا، اور دل میں شک وشبہات آنے لگے۔ خیال ہوا جو سمجھ میں آئے اس پر عمل کرو اور مولویوں کے چکر میں مت پڑو کہ فلاں کو کافر کہو، فلاں کو کافر کہو، سوچا کہ جن کے نام میں نے مولانا حشمت علی صاحب کی زبان سے پہلی بار سنے ان سے بالکل ناواقف ہوں تو ان کو ان کے کہنے سے کافر کیوں کہوں کافی دنوں تک اسی کشمکش میں رہا کہ اب ایک اور عالم کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا وہ تھے حضرت مولانا محمد عبدالشکور فاروقیؒ یہ واقعہ ۱۹۵۳ء کا ہے اب تو میری دنیا یکسر بدل گئی، ساری بدعتیں ترک ہوئیں، پنجوقتہ نماز کا اہتمام ہوا، حتی الامکان سنتوں پر عمل ہوا، مدرسہ ابوحمدیہ علی آباد میں مدرسی اختیار کرلی، وہیں کے ایک جلسہ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی تقریر سنیں اور ان سے تعلقات ہوگئے، تبلیغی جماعت سے تعلق ہوا، جب تب تبلیغ میں نکلنا ہونے لگا، پھر ان مذکورہ دونوں بزرگوں سے تعلق کے سبب ندوہ آگیا، مکتب میں تدریس کی خدمت سپرد ہوئی، یہاں یونیورسٹی کی لائن میں علمی ترقی بھی کرتا رہا اور منصبی بھی، میں نے یہاں دیکھا کہ حنفی بھی پڑھتے ہیں اور شافعی بھی، خانقاہی بھی پڑھتے ہیں اور اہل حدیث بھی اساتذہ میں بھی ان چاروں مسلک کے لوگ ہیں اور شوریٰ میں بھی، کسی کی تقریر میں کسی کی تحریر میں یہاں اختلافات کا ذکر آتا ہی نہیں ہے، یہاں رفع یدین بھی ہوتا ہے اور اس کا ترک بھی، آمین بالجہر بھی ہے اور بالسر بھی، امام کے پیچھے الفاتحہ کی قراءت بھی ہے اور امام کی قراءت پر اکتفا بھی، بیس رکعات تراویح پڑھنے والے بھی ہیں اور آٹھ رکعت پڑھ کر چلے جانے والے بھی، نہ کوئی کسی پر نکیر کرتا ہے نہ تنقیص، بلکہ باہم ایک دوسرے کا احترام ہے، مجھے یہ فضا بہت ہی اچھی لگی یہاں کا اعتدال مجھے بھا گیا۔ اب تک میرا علم دین ترجموں سے تھا مجھے شدت سے احساس ہوا کہ میں عربی سیکھوں اور دین کو براہ راست پڑھوں، اپنے طور پر حفظ تو کرلیا تھا عربی بھی شروع کی مگر گاڑی چل نہ سکی، دعاؤں کا اہتمام کیا، سمع اللہ لمن حمدہ، میرے رب نے کس طرح سنی اور کس طرح اس کی شکلیں پیدا ہوئیں یہ میرے اور میرے رب کے بیچ ایک راز ہے۔ اللہ کا شکر واحسان ہے کہ ریاض یونیورسٹی سے وظیفہ ملا، وہیں عربی سیکھی وہیں کنڈس کورس کرکے تفسیر وحدیث میں تخصص کے ساتھ کلیۃ التربیہ سے ماسٹر کیا، سات سال ریاض میں رہا، دوران تعلیم امامت بھی کی اور قرآن مجید کی تدریس کا کام بھی، اب میرے دماغ پر حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ، حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ کے ساتھ علامہ ابن تیمیہؒ کا بھی تسلط ہوا، قیام ریاض کے دوران چوٹی کے وہابیوں کی جماعت میں اس حیثیت سے شامل رہا کہ میں عامل بالقرآن والحدیث ہوں، بہت سے مسائل میں امام ابوحنیفہ کا مقلد ہوں اور تقلید کو صحیح سمجھتا ہوں۔ میں اس جماعت میں رہا جس کی رپورٹ پر اچھے اچھے منصب والوں کے پاسپورٹ پر خروج لگ جایا کرتا تھا، ۱۹۸۵ء میں میں ایم۔اے کرکے واپس آیا اور پھر ندوۃ العلماء سے منسلک ہوگیا، اب مجھے یہاں بڑا سکون ملا، ذاتی طور پر اتحاد بین المسلمین کو مشن بنایا، تحریر وتقریر سے میدان عمل میں آیا کسی حد تک کامیاب ہوا، محنت جاری ہے، ردقادیانیت میں عملی میدان میں ہوں اور اہل بدعت کو حکمت سے سنت پر لانے میں بھی کوشاں ہوں یہ سارے کام اپنے فاضل اوقات میں کچھ معاونین کے ساتھ کرتا ہوں یہاں کی انتظامیہ کا تعاون بھی حاصل ہے،

یعنی اجازت وترغیب، ساتھ ہی ندوۃ العلماء کے عطا کردہ فرائض منصبی کی ادائگی کی بھی بھرپور توفیق ملتی ہے۔ والحمدللہ علی ذلک۔

ادھر کئی سالوں سے عازمین حج کی روانگی دارالعلوم ندوۃ العلماء سے ہوتی ہے، اس سلسلہ سے یہاں حج میلہ لگ جاتا ہے، اس سال اس حج میلہ میں ایک مکتبہ پر ایک کتاب نظر آئی جس میں لکھا ہوا تھا کہ تقلید شرک ہے اور مقلد مشرک ہے، یہ پڑھ کر سخت دھچکا لگا، ظاہر ہے لکھنے والے صاحب سلفی العقیدہ ہیں، لیکن ہمارے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم اور اساتذہ، ندوۃ العلماء کے ناظم اور یہاں کے ۹۸ فیصد طلبہ سب مقلد ہیں، یہ بات ہم لوگوں کے لئے سخت اذیت کا باعث ہے۔

الحمدللہ یہاں تقلید کے یہ معنی نہیں لئے جاتے کہ مقلد مقلد کے ایجاد کردہ مذہب کا مقلد ہے بلکہ وہ کتاب وسنت کی تفہیم میں اس کا مقلد ہے یعنی اسے استاد سمجھتا ہے۔ آج سلفیوں میں بھی اختلاف رائے پایا جاتا ہے اور اہل حدیث حضرات ان میں سے جسے ترجیح دیتے ہیں اس کی رائے پر یعنی اس کی تفہیم پر عمل کرتے ہیں، شیخ ناصرالدین البانی سلفی حضرات کے چوٹی کے عالم ہیں، انھوں نے عورت کے لئے انگوٹھی کے علاوہ سونے کے زیور کے استعمال پر نکیر کی ہے، چہرہ کے پردہ کی مخالفت کی ہے اور جہری نماز میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے سے منع کیا ہے، کوئی سلفی ان کی رائے سے اتفاق کرکے اس پر عمل کرتا ہے تو کوئی دوسرے سلفی عالم کے مسلک کو اپناتا ہے، اسی طرح یہاں یہ سمجھا جاتا ہے کہ کتاب وسنت کی تفہیم میں کوئی احناف کے مسلک پر ہے تو کوئی مالکیہ کے مسلک پر، کوئی شافعی ہے تو کوئی حنبلی اور کوئی اہل حدیث کے مسلک پر ہے۔ الحمدللہ ہم سب منشرح ہیں کہ ہم سب حق پر ہیں ناحق افتراق واختلاف کی بات ہم سب کو ناپسند ہے۔

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

☆☆☆

انصاف پسند بادشاہ

سلجوقی سلطنت کا ایک بادشاہ سلطان ملک شاہ نامی ہوا ہے۔ ایک دن اصفہان کے جنگل میں شکار کو نکلا۔ ایک گاؤں کے پاس سے گذر رہا تھا کہ شاہی آدمیوں کو بھوک لگی ایک غریب بڑھیا کی گائے بندھی ہوئی تھی جس کے دودھ سے بڑھیا کے تین بچے پلتے تھے۔ انہوں نے اسکو ذبح کیا اور خوب کباب بنا کر کھائے۔ بڑھیا روئی پیٹی چلائی مگر کسی نے پرواہ نہ کی دل میں کہنے لگی۔ بادشاہ سے کیوں نہ فریاد کی جائے۔ ایک روز خبر ملی کہ بادشاہ نہر کے پل سے گذرے گا وہ وہاں جا کر کھڑی ہوگئی۔ بادشاہ کی سواری وہاں پہونچی تو اس نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی لگام تھام لی۔ کہنے لگی۔ بادشاہ سلامت میرا انصاف نہر کے پل پر کرئے گا یا پل صراط پر؟

بادشاہ کے ہمراہی بڑھیا کی جرأت دیکھ کر حیران ہوگئے اور اسکو وہاں سے ہٹانا چاہا لیکن بادشاہ گھوڑے پر سے اتر پڑا کہنے لگا۔ پل صراط کی طاقت نہیں یہیں انصاف کروں گا

بڑھیا نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بادشاہ کو بہت افسوس ہوا۔ جن لوگوں کا قصور تھا ان کو سزا دی۔ اور بڑھیا کو ایک گائے کے عوض ستر گائیں عطا کیں۔ بڑھیا بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی۔ اے بادشاہ تو نے میرے ساتھ انصاف یہ خدا اس کا بدلہ تجھے دے گا۔ انصاف دلانے والا بادشاہ خدا کی رحمت ہوتا ہے۔

مولانا برکت اللہ بھوپالی ایجوکیشنل اینڈ سوشل سروس سوسائٹی (رجسٹرڈ-17236/86)

کے زیر اہتمام

جنگ آزادی کے عظیم مجاہد، حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد
اور پہلی جلاوطن حکومت کے وزیراعظم

پروفیسر مولانا برکت اللہ بھوپالی

کی یاد میں قائم دینی وعصری تعلیم کے اہم مراکز

☐ برکت اللہ پبلک ہائر سیکنڈری اسکول
گاندھی نگر، بھوپال، مدھیہ پردیش، انڈیا

☐ برکت اللہ گرلس ہائر سیکنڈری اسکول
سلطانیہ روڈ، سٹی ٹیلی فون ایکسچینج کے سامنے، بھوپال، ایم پی، (انڈیا)

☐ اس ادارہ میں عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے۔

☐ غریب اور نادار مفلس طلبہ کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

منجانب:- حاجی محمد ہارون ایڈوکیٹ۔ (بانی وناظم اعلیٰ)
فون: 0091-755-2543466, 2642715

ندوہ کے شب و روز

ترتیب: عبدالسلام الخطیب بھٹکلی ندوی

(گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی شوال کے دوسرے عشرے میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیمی سرگرمیوں کی ابتداء اور طلبائے دارالعلوم کے ایک طویل وقفہ کے بعد حاضری اور تقریباً ۵۰۰ سو جدید طلبا کے داخلے کی مناسبت سے انکی دینی علمی اخلاقی وثقافتی رہنمائی کے لئے تربیتی محاضرات وتقاریر کا سلسلہ شروع کیا گیا جسکی سرپرستی ونگرانی مہتمم صاحب دارالعلوم فرمارہے تھے اور اسکی ترتیب تنظیم کے ذمہ دار مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی اور مولانا خالد صاحب غازیپوری ندوی استاد ونگران اعلیٰ طلبائے دارالعلوم تھے۔ تعارفی تقریر مولانا عبدالسلام خطیب ندوی بھٹکلی کرتے تھے جس میں نئے طلبہ کے سامنے محاضر استاذ کا تعارف کراتے تھے۔)

اس سلسلے کا پہلا خطاب دارالعلوم کی مسجد میں مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی کا ہوا جسمیں آپ نے اوّلاً آنے والے نئے طلبا کو خوش آمدید کہا، دارالعلوم میں ان کے نئے داخلے پر مبارکباد دی اپنے اور اساتذہ کی طرف سے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے انکو مفید عربی واردو کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب دی، حالات حاضرہ سے واقفیت، جدید معلومات اور بالکل تازہ واپڈیٹ مطالعہ کا طریقہ کیا ہے اور اسکا کیسے اہتمام کیا جاسکتا ہے ان سب کو پوری تفصیل کے ساتھ سمجھایا۔

اسکے دو دن بعد دارالعلوم کے استاذ حدیث مولانا محمد زکریا صاحب سنبھلی نے طلبا سے گفتگو کی جسمیں بڑی ہی شفقت ومحبت کے ساتھ ندوہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ دارالعلوم کے ذمہ داروں نے طلبا کی تربیت واصلاح کے لئے نگرانی، کتب خانہ اور ہر ہاسٹل میں دارالمطالعہ کا جو نظام قائم کیا ہے اور اسکے لئے جو آسانیاں مہیا کی گئی ہیں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا نے اس بات پر زور دیا کہ طلبا عربی کتابوں اور عربی شروحات کے مطالعہ کا اہتمام کریں اپنے وقت کو فضول کھانے پینے اور تفریح میں ضائع کرنے سے پرہیز کریں۔ نیز آپ نے اپنے ایک دوست کا ندوہ کے سلسلے میں یہ تاثر بھی سنایا کہ جب اُن صاحب نے ندوہ کو دیکھا تو مولانا سے بے ساختہ کہا کہ مولانا! حرمین شریفین کے بعد میں سب سے زیادہ راحت وسکوں یہاں پارہا ہوں، مولانا نے طلبہ پر زور دیا کہ آپ اس دینی علمی ماحول کی قدر کیجئے اور اپنے کو علم دین اور اخلاق عالیہ سے آراستہ کیجئے۔

تیسرا خطاب مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی کا ہوا جسکا عنوان تھا ''ہماری کوتاہیاں اور اسکے تدراک کی تدبیریں'' مولانا نے اسمیں طلبا سے فرمایا کہ ہمارا مقام کیا ہے اور ہمیں کیا ہونا چاہیے، نیز علمی انہماک کے ساتھ ساتھ معرفت، یقین، خشیت، تقویٰ اور عمل کے حصول پر مولانا نے زور دیا اور فرمایا کہ مطالعہ صحیح طریقے سے کسی اچھے استاد کی رہنمائی میں کریں، عربی شروحات کے دیکھنے کا التزام ہو، اردو شروحات یا عربی کتابوں کو اردو میں حل کرانے والی کتابوں یا مُرَوَّجہ درسی تقریرات کے مطالعہ سے اپنی صلاحیتوں کو ضائع نہ کریں، اسی طرح پڑھائی کے ساتھ ساتھ صحت کا بھی خیال رکھیں، صبح سویرے تھوڑی بہت ورزش کا اہتمام کریں رات کو جلدی سوئیں اور صبح جلدی اٹھیں، فجر بعد سونے سے احتراز کریں، اسی طرح پڑھنے کے ساتھ ساتھ دو طریقے سے دعوت کا کام کریں (۱) مسلمانوں میں امر بالمعروف، ونہی عن المنکر کے اعتبار سے اور (۲) غیر مسلموں میں توحید ومعاد وغیرہ کی باتوں کے ذریعے، نیز دین کی ظاہری وباطنی دونوں طرح کی سنتوں کا اہتمام کریں۔

تربیتی پروگرام کا چوتھا محاضرہ مولانا عبدالقادر صاحب گجراتی ندوی نے ''زمانہ طالب علمی میں عمل دعوت'' کے عنوان پر دیا جسمیں مولانا نے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ بانی تبلیغ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلویؒ اور جناب مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ وغیرہ کے حالات ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان حضرات کا علم ومطالعہ سے بڑا گہرا تعلق تھا یہ لوگ مستقل علم کے جویاد متلاشی تھے لیکن اسکے ساتھ عمل دعوت سے بھی جڑے ہوئے تھے اس لئے ان حضرات کی زندگیوں میں بڑا اعتدال تھا اور مخلوق کو ان سے خوب فائدہ بھی ہوا مولانا عمر صاحب پالنپوری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ دارالعلوم دیوبند کی طالبعلمی کی زندگی میں وہاں کے قانون کے مطابق کھانا لینے کے لئے لائن میں کھڑے ہوتے تھے تو اس وقت بھی کتاب ہاتھ میں رہتی اور مطالعہ فرماتے رہتے تھے پھر مولانا نے فرمایا کہ آپ حضرات اپنے مطالعہ ومذاکرے وغیرہ کے اہتمام کے ساتھ ساتھ ہر ہاسٹل کے اعتبار سے عصر کی نماز کے بعد دعوت کے سلسلے سے جو مشورے کا عمل ہوتا ہے اس میں شرکت کریں اپنے اپنے حاسٹل کی روزانہ کی ملاقاتوں میں تعاون کریں۔

بدھ کے دن دارالعلوم کی سطح پر عشاء سے پہلے جو گشت ہوتا ہے اور عشاء کے بعد جو دعوتی وتبلیغی بیان وتشکیل ہوتی ہے اسمیں بھی سب لوگ حاضر رہیں جمعرات کو جو چوبیس گھنٹے کی طلبہ کی جماعتیں نکلتی ہیں اسمیں بھی کم از کم ہر ماہ ایک مرتبہ تو ضرور نکلیں۔

پھر استاذ محترم مولانا سید سلمان الحسینی ندوی کا

تحریک ندوۃ العلماء اور عصر حاضر میں اسکی اہمیت پر ایک جامع ومانع خطاب ہوا جسمیں آپ نے بانی ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ کی شخصیت انکے ذہن کی آفاقیت ووسعت، مزاج کا اعتدال وتوازن، اندر کی کڑھن وفکر اور انکے معاونین ومساعدین کے حالات وخصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ندوہ نے ملت اسلامیہ کو جوڑنے اور سب کو ساتھ لیکر چلنے کا جو مزاج وپیغام دیا تھا وہ آج بھی باقی ہے اور آج بھی اسکی اسی طرح ضرورت ہے جو ندوۃ کی تاسیس کے وقت تھی اور آج جو بھی تحریکیں اُمت کو جوڑنے کے لئے وجود میں آرہی ہیں اُسکا تانا بانا اسی تحریک ندوہ اور اسی فکر ندوہ سے جڑتا ہے، مولانا کے خطاب سے طلبہ نے خوب خوب استفادہ کیا اور اپنے اندر ایک نئی حرارت محسوس کی۔

اسکے دوسرے دن مولانا عارف صاحب سنبھلی ندوی استاذ تفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء نے طلبا سے خطاب کیا جسمیں طلبہ کو انکا مقام یاد دلایا کہ آپ کا اصطفی وانتخاب ہوا ہے آپ خود سے نہیں آئے ہیں نیز یہ کے آپ حضرات یہاں کے قوانین اور پابندیوں کا لحاظ کریں یہ سب آپکے فائدے اور تربیت کے لئے ہے، بلا ضرورت احاطۂ دارالعلوم سے باہر نہ جائیں اور اگر ضروری کام سے جانا بھی ہو تو اپنے نگرانوں سے اجازت اور پرچی لیکر جائیں۔

ساتواں محاضرہ دارالعلوم کے استاذ حدیث وتفسیر مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی کا ہوا جسمیں آپ نے طلبا سے خطاب کرتے ہوئے اخلاص، تزکیہ کے حصول اور نمازوں کی پابندی وغیرہ پر زور دیا۔

اسکے بعد ''فتنہ قادیانیت اور اسکا مقابلہ کے عنوان سے دارالعلوم کے سینیئر استاذ مولانا محبوب الرحمن ازہری کا خطاب ہوا جسمیں آپ نے ایک نئے انداز سے اس فتنے کے مقابلہ کا طریقہ بتایا جسکی تفصیلات مولانا ہی کے ایک کتابچے ''سفر قادیان'' میں موجود ہے جو کہ مولانا کا ایک تخیلاتی سفر تھا۔

اس محاضرہ کے دو دن بعد'' معاصر تحریکات میں تحریک ندوۃ العلماء کے امتیاز'' کے عنوان پر استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء ومدیر عام پندرہ روزہ ''تعمیر حیات'' مولانا شمس الحق صاحب ندوی کا محاضرہ ہوا جسمیں آپ نے ۱۸۵۷ء سے پہلے کے ہندوستان کے حالات، اس وقت کے مسلمانوں کا غلبہ ودبدبہ اور اسکے بعد انگریزوں کی یہاں آمد انکے فکری حملوں اور پھر یہاں پر انکے تسلط، اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے وغیرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اس وقت اسکے مقابلہ کے لئے وجود میں آنے والی تحریکات خصوصاً دارالعلوم دیوبند اور اسکے بانی حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ وغیرہ کا بڑے اونچے انداز میں ذکر کرتے ہوئے اس ادارے کی خصوصیات وخدمات کا تذکرہ کیا پھر ہماری اس تحریک ''تحریک ندوۃ العلماء'' کی ضرورت واہمیت اور معاصر تحریکات میں اسکے امتیازی گوشوں کو واضح کیا اور بانیان ندوۃ العلماء کی وسعت نظری اور بدلتے ہوئے حالات اور تحریکات سے باخبری، عربی زبان کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ فضلائے ندوہ کے علمی کارناموں سے اسلام پر ہونے والے حملوں کے جواب میں ان کے قلم سے جو اہم تصنیفات وجود میں آئیں اور ان کا جو اثر ہوا ان کا تفصیل سے مولانا نے ذکر کیا پھر عربی زبان کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے بالخصوص حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے عرب دنیا اور پورے عالم اسلام پر جس طرح اثر ڈالا اس کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے مولانا کی معرکۃ الآرا کتاب ''ماذا خسر العالم'' اور عربوں پر اس کے اثرات وقبولیت پر روشنی ڈالی، مولانا کے اور کئی اہم عربی رسالوں کا بھی ذکر کیا۔

پھر بدھ کے دن ۹ ذی قعدہ کو بعد نماز عشاء دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تبلیغی کام کرنے والے طلبا کی دعوت اصرار پر مہتمم صاحب دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن صاحب اعظمی ندوی نے طلبا سے ایک مکمل دعوتی وتربیتی خطاب فرمایا جسمیں اوّلاً طلبا کو بات کو عمل کی نیت سننے کی ترغیب دی اور یہ کہ مکمل اسلام میں داخل ہوں، امت کی قیادت وامامت اور رہبری کا کام انجام دیں، منکر سے خود رکیں دوسروں کو روکیں اور اپنے سے چھوٹے ہوں تو انکو ہاتھ سے روکیں۔

دین کو نافذ کریں، دین پر عمل کریں اور اس دعوت وتبلیغ کا کام کرنیوالوں کا بھرپور تعاون کریں اور ہر ایک اپنے آپکو اس کام سے وابستہ سمجھے، پھر طلبا سے بڑی شفقت ومحبت سے فرمایا کہ آپ حضرات وقت کی حفاظت کریں، ڈائری لکھنے کی عادت ڈالیں، دینی ثقافت وتہذیب کو اختیار کریں اور اس ادارے کے قواعد وضوابط کا احترام کریں، مولانا نے تقریر کے شروع ہی میں طلبا کی ہمت افزائی کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کے اندر یقیناً کوئی خوبی وامتیاز ہوگا جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو یہاں پر داخلے کے شرف سے نوازا جسکی آپ لوگ قدر کریں اور اللہ کا شکر بجالائیں، مہتمم صاحب مدظلہ کے اس خطاب کے بعد طلبا میں سے بعض حضرات نے اپنی دعوتی ترتیب کے مطابق مختصر سی تشکیل بھی کی اور مہتمم صاحب مدظلہ کی دعا پر اس جلسہ کا اختتام ہوا، مہتمم صاحب کے اس خطاب میں طلباء کے ساتھ ساتھ اساتذہ کی بھی ایک بڑی تعداد موجود تھی

اس تربیتی پروگرام کی آخری کڑی ۲۰ ذی قعدہ بروز اتوار کو تعلیمی اوقات کے آخری گھنٹہ میں ظہر کی نماز سے پہلے ہونے والا وہ خطاب تھا جسکو ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم نے طلبا واساتذہ کے سامنے فرمایا جسمیں حضرت مولانا نے فرمایا کہ ہم لوگ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اپنے مقام کو پہچانیں اور وقت کی قدر کریں یہاں کی سہولیات کی صحیح قدر کریں اور ہمارے مدارس سے ایسی اُمت تیار ہو جسکا قرآن ان الفاظ میں مطالبہ کرتا

ہے۔ ﴿ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر وأولئک ھم المفلحون﴾ اور فرمایا کہ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے ہمیں ان مدارس میں رہ کر تیاری کرنی ہے ان مدارس میں پڑھنے کا مقصد دُنیا کمانا نہیں ہے، اس کے لئے تو بہت سے اسکول وکالجس پڑے ہوئے ہیں، یہاں پڑھنے والوں کی فکر تو خدمت دین کی ہونی چاہیے ہم دین کی سربلندی کے لئے یکسو ہوجائے تو اللہ تعالیٰ ہمیں فقر وفاقہ میں مبتلا نہیں کریگا، حضرت ناظم صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ جب تک دل نہ کھلے مدرسہ کے کھلنے سے درجہ کے کھلنے سے اور کتب خانے کے کھلنے سے کیا فائدہ، آپ حضرات دل کھول دیجئے پھر آپ نے طلبہ سے تاکید کے ساتھ فرمایا کہ آپ حضرات اپنا مقصد متعین کریں اسکو سمجھیں اور یہ پھر اسکے حصول کے لئے کوشش کریں اسی طرح عربی میں بھی خوب اچھی طرح محنت کیجئے اردو کی بھی درستی کا اہتمام کریں اور اصل بات یہ ہے کہ وقت کی صحیح قدر کریں۔

ان تمام پروگراموں میں اساتذہ دارالعلوم خصوصاً نگران حضرات نے پوری فکر وچیسی اور دلجمعی کے ساتھ طلبہ کو جوڑنے کی کوشش کی، طلبہ نے بھی ان محاضرات میں شرکت کا پورا اہتمام کیا، اسکا انتظام کرنیوالوں کا مکمل تعاون کیا، قابل ذکر اور ضروری باتوں کو اپنی ڈائریوں میں نوٹ کیا اور اسکا مفید نتیجہ بھی ظاہر ہوا۔

اسی طرح کے تربیتی پروگرام ہمارے ادارے کے درجات معہد وثانویہ سکروری میں بھی ہوئے جہاں کے معاون ناظر مولانا شبیر صاحب ندوی نے اسکے انعقاد کا پورا اہتمام کیا، نیز مدرسہ سیدنا ابوبکر میپت مئو میں وہاں کے ناظم مولانا شمس الحق صاحب ندوی کی صدارت میں جناب مولانا خالد صاحب ندوی غازیپوری استاذ ندوہ کا تعلیم وتعلم اور مدرسہ سے استفادہ کے اصول وضوابط سے متعلق تفصیلی خطاب ہوا۔

اسی طرح دارالعلوم ندوۃ العلماء میں عربی وتقریر کی مشق کے لئے قائم کردہ انجمن ''النادی العربی'' کا افتتاحی جلسہ ۱۷ذی قعدہ بروز جمعرات ظہر کی نماز سے پہلے ہوا جسمیں نئے سال کے سکریٹری جنرل نے اس پروگرام کی تفصیل بتائی، پھر مولوی سلمان نسیم صاحب ندوی (تدریب علمی) نے عربی زبان کی اہمیت اور اس سے دور کرنے کی اور اسکے ذریعہ سے قرآن وحدیث سے دور کرنے کی جو سازش رچی جارہی ہے اسکو مفصل بیان کیا اسکے بعد اس انجمن کے سرپرست وذمہ دار مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی کا مفصل خطاب ہوا جسمیں عربی کی اہمیت اسکے حصول پر زور، مستشرقین کے حملوں اور اس زبان پر گذرنے والے مختلف ادوار کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اسطرح کے پروگراموں سے فائدہ اُٹھانے کی ترغیب دی۔

اسی طرح دارالعلوم میں طلبہ کی دینی اخلاقی وثقافتی تربیت اور اردو تحریر وتقریر کا شستہ مذاق پیدا کرنے والی طلبائے ندوۃ کی انجمن ''جمعیت الاصلاح'' کا بھی افتتاحی پروگرام ہوا جسمیں اس ادارے کے امسال کے ذمہ دار طالب علم نے افتتاحی مقالہ پڑھا پھر حضرت ناظم صاحب اور مہتمم صاحب دارالعلوم کی تقریریں ہوئیں طلبہ کو علم کی اہمیت یہاں سے استفادہ کا طریقہ کار اور دوسرے مفید مشورے دیئے گئے۔

ندوہ کے شب وروز میں دارالعلوم کے کیمپس سے چند سالوں سے یوپی کے حجاج کرام کی روانگی بھی ایک مبارک معمول بن گیا ہے اس سال چونکہ ہر روز تین جہازوں سے حجاج کی روانگی کا پروگرام تھا اس لئے انتظامات میں ایئر انڈیا اور حج کمیٹی کے اسٹاف کی تعداد بھی بڑھ گئی تھی، ایک دن میں تین فلائٹ کے حجاج تو ہوتے ہیں ہیں، انکے رخصت کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہوتی ہے، لیکن ہر سال کی طرح اس سال بھی یہ مبارک مرحلہ بخیر وخوبی طے ہوگیا، آخری قافلہ کی روانگی کے دوسرے دن ندوۃ العلماء کی طرف سے ایئر انڈیا، حج کمیٹی کسٹم اور بینک سے وابستہ تقریباً ڈھائی سو افسروں اور کارکنوں کو عشائیہ پر مدعو کیا گیا، اس میں ناظم ندوۃ العلماء، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی نے انسانی خدمت کو ہمدردی وغیر خواہی کے جذبے سے انجام دینے کی اہمیت پر زور دیا، عشائیہ سے قبل ایک مختصر سی نشست مشاعرہ کی رکھی گئی اسی نشست میں حجاج کی خدمت کرنے والوں کو توصیفی سند تقسیم کی گئی

قنوج کے قدیم مشہور ومعروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبو دار عمدہ و اعلیٰ شمامۃ العنبر ☆عطر گلاب ☆روح خس ☆عطر موتیا ☆عطر حنا ☆عطر گل ☆عطر کیوڑہ، ☆اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔

ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں

محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر

ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر، قنوج یوپی آئیڈیل پرفیوم سنٹر

(پرائیویٹ لمیٹیڈ) قنوج فون:234445

فقہ وفتاویٰ

فقہی سوال وجواب

مولانا مفتی محمد طارق ندوی

سوال = بالغہ لڑکی بغیر شادی شدہ گھر میں موجود ہو اور والدین حج کو جانا چاہتے ہیں تو بالغہ کی شادی کرنا افضل ہے یا حج کو جانا؟

جواب = اگر حج فرض ہے اور لڑکی کی حفاظت کا انتظام بھی ہے تو اسکی شادی کی وجہ سے حج کو مؤخر نہ کیا جائے۔

سوال = اگر کسی شخص کو سرکار اپنے خرچے سے حج کرادے تو کیا اسکے ذمہ سے فرض اتر جائیگا یا صاحب استطاعت ہونے کی صورت میں دوبارہ اپنے ذاتی مصارف سے حج کرنا ضروری ہوگا؟

جواب = ایسی صورت میں اگر وہ سرکار کے دیئے ہوئے مصارف سے حج کریگا تب بھی فریضۂ حج ادا ہوجائیگا پھر صاحب استطاعت ہونے سے دوبارہ حج فرض نہیں ہوگا۔

سوال = میری لڑکی کی عمر تیس (۲۰) سال ہے کسی وجہ سے اسکا عقیقہ نہ کراسکا اگر اب اسکا عقیقہ کراؤں تو کس طرح ہے؟

جواب = عقیقہ کوئی لازم اور ضروری چیز نہیں جسکی قضاء لازم ہو اگر دل چاہتا ہی ہے تو ایک بکری ذبح کرکے کچا گوشت یا پکا کر تقسیم کردیں یا کھلادیں عقیقہ ہوجائیگا۔

سوال = اگر کسی نے قربانی کی کھال فروخت کردی اور اسکا پیسہ صدقہ کرنے جارہا تھا کہ کسی نے وہ پیسے چرالئے تو کیا صدقہ معاف ہوگیا؟

جواب = قربانی کی کھال فروخت کردی تھی تو اسکی قیمت کا صدقہ کرنا واجب تھا، صدقہ کرنے سے پہلے چوری ہوجانے سے واجب ادا نہیں ہوا لہٰذا اتنی مقدار اپنے پاس سے دینا ہوگا۔

سوال = قربانی کے خون کا کیا کیا جائے یونہی چھوڑ دیا جائے اسکے احترام کا کیا طریقہ ہے؟

جواب = شریعت نے خون کے احترام کا حکم نہیں دیا جس طرح دوسرے ذبیحوں کا خون ناپاک ہے اسی طرح قربانی کا بھی خون نجس وناپاک ہے یونہی چھوڑ دیا جائے اور گڈھے میں مٹی ڈال کر دبادیا جائے۔

سوال = حائضہ اور نفساء اور جنبی کا ذبیحہ شرعاً حلال ہے یا حرام؟

جواب = حلال ہے۔ ''وتحل ذبیحۃ مسلم ولو امرأۃ حائضا او نفساء او جنبا'' (سکب الانہر ۲/۵۰۷)۔

سوال = اگر کسی مہمان کی آمد پر کوئی جانور ذبح کیا جائے تو وما اُھل لغیر اللہ'' میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب = مقصد کھلانا ہو تو درست ہے اور اگر اعزاز وتعظیم مقصد ہو تو درست نہیں۔

سوال = چچی یا ممانی سے پردہ کرنا ضروری ہے یا وہ بھی دیگر محرم کی طرح ہیں؟

جواب = چچی یا ممانی چاہے سوتیلی ہوں یا سگی ان سے پردہ ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ غیروں سے۔

سوال = آج کل جو دوائیں وغیرہ حمل نہ ٹھہرنے کے لئے گورنمنٹ نے نکالی ہے ان کا استعمال کرنا کیسا ہے کثرت آبادی کی روک تھام کی وجہ سے ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب = کوئی ایسی دوا یا تدبیر اختیار کرنا کہ ہمیشہ کے لئے والدیت کی صلاحیت ختم ہوجائے یا حمل قرار نہ پائے کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے، کثرت آبادی کے خوف سے پیدائش کو محدود کرنا نظام خداوندی میں دخل اندازی ہے خداوند قدوس نے جتنی جاندار مخلوق پیدا کی ہے سب کے لئے رزق کا وعدہ فرمایا ہے زمانہ جاہلیت میں قلت رزق کے خوف سے لوگ اپنی اولاد کو قتل کردیا کرتے تھے آج کی فیملی پلاننگ بھی اسی تصور کی ایک مہذب تصویر ہے قرآن پاک میں اس سے سختی سے منع کیا گیا ہے ''ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق''۔

سوال = عورتوں کے لئے لپ اسٹک (لالی) لگانا کیسا ہے؟

جواب = اصلی خوبصورتی کو فنا کرکے مصنوعی خوبصورتی کو اس کی جگہ پیدا کرنا جو کہ عقل ودانش کے خلاف ہے اگر اسمیں کوئی ناپاک چیز ہو تو لگانا جائز نہیں ہے۔

سوال = کسی قریب المرگ یا فوت شدہ انسان کا کوئی عضو مثلاً دل، گردہ، آنکھ وغیرہ انسان کے جسم میں لگانا کیسا ہے؟

جواب = کسی فوت شدہ یا قریب المرگ انسان، کوئی بھی عضو دوسرے کے جسم میں نہیں لگاسکتے۔

☆☆☆

آنکھوں کی جانچ اور چشموں کا ایک قابل اعتماد مرکز

چشمہ ساگر

ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے

Auto Refrecto Meter AR-860

فوٹو کرائک ☆کونٹیڈ لینس ☆بائی فوکیس ریڈی لینس

فینسی پاور اور دھوپ کے چشمے

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین اے رحمان (ملیگ)

۲۱۲، مشتری نگر، مرادآباد فون 222008

کتابوں کی دنیا

شاعر: حکیم محمد مرزا واصف ردولویؒ
مرتب: ڈاکٹر انور حسین خاں صاحب
قیمت: ۷۵/-
ملنے کا پتہ (۱) ڈاکٹر نہال رضا عسکری کلینک زدولی بارہ بنکی (۲) دانش محل امین آباد لکھنؤ
مبصر: محمد مولانا خالد ندوی غازیپوری

حکیم محمد مرزا واصف ردولوی مرحوم بارہ بنکی کے مردم خیز تاریخ ساز ادب پرور نقادانگیز اور روحانیت بیز قصبہ ردولی کے چشم وچراغ تھے۔ ادبی ذوق ورثہ میں ملا تھا۔ علمی اور فکری اٹھان بلا کی تھی۔ طبع سلیم کے ساتھ طبیعت میں موزونیت فطری تھی۔ پیشہ کے اعتبار سے طبیب حاذق تھے ان کے نسخوں سے جہاں ہزاروں مریضوں کو زندگی کی تازگی ملی، وہیں ان کے موئے قلم نے مریض جان جاناں کی پیکر تراشی اور سوز زندگی کو ساز وکیف عطا کی ہے۔

بقول مرتب:

"واصف کے کلام میں زبان وبیان کی عمدگی وشائستگی کے ساتھ مہارت فن وقدرت کلام نیز روایت کی پاسداری کا بھرپور لحاظ ملتا ہے، آپ کی غزلوں میں ادبی شعور، شناخت، روانی، سلاست، فکری پرواز تخلیقی تڑپ ورنگ تغزل کے ساتھ کلاسیکیت وغنائیت بھی اپنی امتیازی شان میں جلوہ گر ہے"

"واصف کا کلام رنگ تغزل کے حسین قوس قزح کا آئینہ دار ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی بعض الفاظ ایسے استعمال ہوئے ہیں جو عربی کے اعتبار سے تو صحیح ہیں لیکن اردو زبان ولغت میں انکا استعمال نادر ہے شاید حضرت واصف نے اسی ندرت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے، بشارت کے ساتھ ندارت، کا استعمال درج ذیل شعر میں کیا ہے۔

بشارت اور ندارت سے باتوں باتوں میں
دکھا دی راہ ثواب وعذاب کیا کہنا

خدا کی ذات بے ہمتا کی شناخت کا ذریعہ اپنی ذات کو قرار دینا بڑا نازک معاملہ ہے لیکن شاعر کی قادر الکلامی اور عقل سلیم کی داد دئے بغیر نہیں رہا جاسکتا وہ کہتے ہیں

نہ ہوتا میں تو نہ پہچانتا تجھے کوئی
مٹا مجھے نہ خدا را ترا پتا ہوں میں

مختار کل تو صرف اللہ کی ذات ہے اس لئے عقیدہ کی بساط پر حضرت واصف کا یہ شعر شاید کھرا نہ اترے لیکن زبان کا لطف حسن وجمال وجلال واصف کے کلام کی شناخت ہے۔ قدیم رویتی انداز کے ساتھ جدت طرازی کو بھی خوب خوب نبھایا ہے۔ لفظی اور معنوی پرکاریوں سے انکا کلام مرصع ہے۔ اور پر وقار بھی ہے۔ امید کہ یہ مجموعۂ کلام اہل ذوق کے حضور میں قابل قدر وتحسین ہوگا۔ مبصر: مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

نام کتاب بکھرے موتی۔ جلد دوم

تالیف: مولانا محمد یونس پالن پوری بن مولانا محمد عمر پالن پوریؒ
اشاعت: اول رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ
قیمت: ۷۵ روپے
ملنے کا پتہ: رحمان پرفیومرس معرفت رحیمی واچ کمپنی ۶۱۔ ابراہیم رحمت اللہ روڈ، بمبئی ۳۔ فون ۲۳۷۰۹۹۴۔ ۲۳۷۲۳۲۱۴

مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری دعوت وتبلیغ کے نامور خطیب وواعظ مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری "(جنہوں نے اپنی پوری عمر دعوت وتبلیغ کے لئے وقف فرمادی تھی جو حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے خاص تربیت یافتہ تھے اور حضرت جی کی وفات کے بعد تو بڑے اجتماعات کو عموماً مولانا ہی خطاب فرماتے تھے، مولانا کی تقریر بڑی مؤثر اور عام فہم ہوتی تھی دعا بھی طویل فرماتے تھے،) مولانا یونس صاحب انہیں کے فرزند ارجمند ہیں اور مولانا کی وفات کے بعد اپنے وقت کا بڑا حصہ مرکز نظام الدین میں گذارتے ہیں، مولانا کو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے بیعت وخلافت کا شرف بھی حاصل ہے جس کی وجہ سے حضرتؒ کی تصنیفات کا بھی ذوق وشوق کے ساتھ مطالعہ فرماتے ہیں، بڑے اجتماعات میں شرکت کا پورا اہتمام رہتا ہے جس وقت یہ سطریں لکھی جارہی ہیں دو اہم اجتماعات میں شرکت کے بعد اس وقت یعنی ۹ ذی الحجہ کو عشق سرستی کے عالم میں عرفات میں ہونگے۔ اللہ تعالیٰ حج مبرور نصیب فرمائے یہ ایک دور افتادہ دعا ہے ﴿ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم﴾۔

مولانا اپنی تقاریر میں احادیث شریفہ اور تقاریر اور بزرگوں کے تذکروں میں مذکور مؤثر واقعات وحکایات اور نصائح وحکم کو بیان کرتے اور سامعین کے دلوں کو گرماتے اور دینی غیرت وحمیت کو جگاتے ہیں، مولانا عرصہ سے ایسے مؤثر واقعات تعلیمات اور بعض ضروری مسائل وفتاویٰ کی بیاض بھی تیار کرتے جاتے ہیں جو واقعی بکھرے موتیوں کا بڑا خوبصورت ودلکش ہار ہے، جو پڑھنے والے کے دل کو کھینچتا اور روح کو بالیدگی عطا کرتا ہے خصوصاً رمضان المبارک میں مولانا موصوف کا تراویح کے بعد بمبئی میں دو جگہ وعظ اور تفسیر قرآن پاک بیان کرنے کا معمول ہے جس کا سلسلہ بارہ بجے رات تک جاری رہتا ہے اور اختتام گلوگیر آواز میں طویل دعا پر ہوتا ہے، لوگوں نے دور دور کنکشن لے رکھے ہیں جس سے گھروں میں مستورات بھی شوق کے ساتھ مولانا کے مؤثر وعظ کو سنتی ہیں ان تقریروں اور بیان میں مولانا انہیں بکھرے موتیوں کو موقع ومناسبت سے زینت بیان وتقریر بناتے جاتے ہیں جو اب کتابی شکل میں آگئے ہیں ان بکھرے موتیوں کا مطالعہ بڑا مفید اور دل کو گرمانے والا ہے زبان وبیان آسان ورواں ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچائے۔ مبصر: مولانا شمس الحق ندوی

☆☆☆

☆ مولانا نذیر علی ندوی
☆ حاجی محمد زماں رائے بریلوی

از:

مولانا غفران احمد ندوی

۳ دسمبر ۲۰۰۴ء یوم پنجشنبہ نماز فجر کے وقت مولانا نذیر علی نگرامی نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کری اور اپنے مالک حقیقی کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ رحمت ومغفرت کا معاملہ فرمائے، خطاؤں اور گناہوں سے درگزر فرمائے۔ مولانا دو سال سے مسلسل صاحب فراش تھے۔ انتقال کے وقت مولانا کی عمر پچاسی (۸۵) سال تھی، عالم باعمل تھے، ایک کامیاب معلم ومربی تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن نگرام میں اپنے استاذ محترم مولانا عبدالغفار ندویؒ کے قائم کردہ مدرسہ عربیہ بدریہ میں حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کا مرحلہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں طے کیا۔ سند فراغت ندوہ سے ۱۹۴۱ء میں حاصل کی، مولانا نذیر علی ندوی نے جن اساتذہ کرام سے تعلیم حاصل کی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ، مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی، مولانا ناظم ندوی، مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی، مولانا شبلی فقیہؒ۔

استعداد پختہ تھی، تعلیم اور تربیت میں ان کو خاص ملکہ حاصل تھا، ستمبر ۱۹۴۵ء میں سابق ناظم ندوۃ العلماء ڈاکٹر عبدالعلی حسنی صاحبؒ کے حکم اور ایماء سے برائے تدریس مولانا نذیر علی دارالعلوم محمدی جھنگ پنجاب (موجودہ پاکستان) گئے، مولانا کے طریقہ تعلیم وتربیت سے دارالعلوم محمدی کے ذمہ دار اس قدر خوش ومطمئن ہوئے کہ مولانا کی علیحدگی کسی قیمت گوارہ نہ تھی، مولانا کی خدمات سے دارالعلوم محمدی کی نیک نامی اور شہرت میں دن بدن اضافہ ہورہا تھا لیکن وطن اور ملکی بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر مولانا کو مجبوراً اپنے وطن نگرام واپس آنا پڑا جہاں مرتے دم تک مولانا مدرسہ عربیہ بدریہ نگرام سے وابستہ رہے۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں کے طلبہ نے مولانا نذیر علی صاحب سے ابتدائی درجات کی تعلیم حاصل کی اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عالم فاضل بن کر گئے اور دین کی خدمت پر مامور ہوئے، طلبہ کے ساتھ مولانا کا معاملہ بڑی اپنائیت اور محبت کا رہتا تھا، طلبہ کا کھانا اپنے گھر میں پکواتے اور اپنے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا کر کھلاتے تھے یہ معمول بہت دنوں تک رہا، رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ میں نگرام اور جوار نگرام کی ایک بڑی تعداد مولانا نذیر علی صاحب کے ساتھ اعتکاف میں بیٹھتی تھی، اس مدت میں مولانا ان کی دینی تربیت کرتے اور ان کے اعمال وعقائد کی اصلاح کرتے۔ عید کے بعد تمام معتکفین کے ہمراہ دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ جمعہ کے روز حضرت مولاناؒ کا کوئی منتخب مضمون باآواز بلند پڑھ کر سناتے جس کا عنوان ایک روز قبل بلیک بورڈ پر خوشخط جلی حروف میں لکھ دیتے۔

مولانا نذیر علی صاحب اردو اور عربی کے بہت اچھے خطاط اور خوشنویس تھے۔ ۱۹۷۷ء میں حضرت مولاناؒ مولانا نذیر علی صاحب کا بحیثیت مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تقرر ہوا تو کہ طلبہ زیادہ سے زیادہ مولانا سے مستفید ہوسکیں۔ ایک ہفتہ نہیں گزرا کہ نگرام کے لوگوں نے حضرت مولانا کی خدمت میں رائے بریلی حاضر ہوکر عرض کیا کہ ہماری دینی رہبری اور رہنمائی کے لئے کوئی نہیں ہے۔ اس لئے ان کو وہیں رہنے دیجئے۔ حضرت مولانا نے نگرام واپس جانے کی اجازت دیدی۔ اگرچہ نگرام کے لوگوں نے مولانا نذیر علی صاحب سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھایا۔ باہر کے لوگوں نے زیادہ فائدہ اٹھایا۔

مولانا نذیر علی ندوی نمائش ونمود سے کوسوں دور تھے، مزاج میں تواضع وانکساری، توکل وقناعت کے ساتھ گزارہ کرنے والے، صحیح عقیدہ اور اعمال کی خاموش تبلیغ کرنے والے انسان تھے۔ ایسے کاموں سے کنارہ کش رہتے جس سے ملت میں انتشار اور افتراق ہو۔ مولانا کی قبر آبادی کے ہنگاموں سے بہت دور کھجور کے چند پیڑوں کے زیر سایہ ہے۔ زندگی جس طرح خاموشی سے گزاری بعد مرنے کے بھی ایسی خاموشی اور پرسکون جگہ کا انتخاب کیا۔

اس سناٹے اور سکون کو دیکھ کر اقبال کا یہ شعر زبان پر بے ساختہ آجاتا ہے

آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حاجی محمد زماں صاحب رائے بریلوی کا مکہ مکرمہ میں انتقال

از: سید محمود حسن حسنی ندوی

دارالعلوم ندوۃ العلماء، جس کو ادھر چند سالوں سے حج کے موسم میں عازمین حج کی خدمت کی سعادت حاصل ہورہی ہے کہ اس کے احاطہ سے ہی حجاج کرام رخت سفر باندھتے ہیں اور سفر حج کی تقریباً سبھی تیاریاں یہاں سے ہی مکمل ہوجایا کرتی ہیں، رائے بریلی کے ایک ایسے عازم حج بھی ان حجاج کرام کی

فہرست میں تھے جنہیں ندوۃ العلماء سے الوداع کہا جارہا تھا، جمعہ کو روانہ ہوئے، ان کے ضعف ونقاہت اور معذوری ومجبوری کو دیکھ کر اپنوں اور غیروں سبھی نے لجاجت سے کہا کہ حاجی صاحب آپ تو ہر سال جاتے ہی ہیں اب آپ بہت کمزور ہوگئے ہیں، اس بار نہ جایئے۔ سننے میں تو یہ بھی آیا کہ یہاں تک بات پہونچ گئی تھی کہ آپ کو آپ کی رقم واپس مل جائے گی، یہ سن کر ان کی بے تابی اور بڑھ گئی ان میں اس قدر نشاط آگیا کہ جیسے شباب عود کر آیا ہو، یہ کیسے نہ ہوتا کہ وہ جس والہانہ انداز سے رخت سفر باندھتے تھے اور ایک حج کے بعد دوسرے حج کا ایسا ہی انتظار کرتے تھے، جیسے کبار اولیاء اللہ کا حال نماز کے تعلق سے ہوتا ہے ﴿وقلبہ معلق بالمساجد﴾ اور یہ ایک ایسا وصف ہے جس پر عرش الٰہی کے سایہ کا وعدہ ہے، حاجی صاحب کا دل تو مسجد حرام مکہ مکرمہ اور مسجد نبوی شریف مدینہ منورہ سے انکار رہتا تھا، اور وہ جس عشق ومستی اور شوق ومحبت سے وہاں حاضری دیتے تھے، اور دل وجان سے یہ تمنا رکھتے تھے کہ قفس عنصری سے روح دیار حرم میں ہی پرواز ہو، اس مرد باخدا کی یہ تمنا پوری ہوئی، جمعہ کو ندوۃ العلماء سے روانہ ہوئے، ڈائرکٹ فلائٹ تھی، سنیچر کو عمرہ وغیرہ سے فراغت کی اور اتوار ۲۸ رذی قعدہ کو رات کے آخر پہر میں (تہجد کے وقت) مسجد حرام میں ہی داعی اجل کو لبیک کہا، ظہر کی نماز کے بعد لاکھوں کے مجمع کو جو کہ حجاج کرام کا مجمع ہے، امام حرم نے نماز جنازہ پڑھائی، اور اس مبارک قبرستان میں جس میں اسلام کی خاتون اول ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور دیگر صحابہ وصحابیات اور اولیاء وابرار مدفون ہیں یعنی جنت المعلی میں تدفین عمل میں آئی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ وغفرلہ باعلی درجاتہ واسکنہ فی فسیح جناتہ۔

حاجی صاحب مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا، ہاتھ خوب کھلا ہوا تھا، غریبوں ومسکینوں کی حاجت روائی کے لئے رکشہ پر سامان رکھ کر پہونچ جایا کرتے، اچانک ان کے گھروں کو دستک دیتے، اور ان کے کام آکر خاموشی سے چلے آتے، علماء کا اکرام کرتے، مولانا علی میاں چوک (کہاروں کا اڈہ) میں ایک جانب ان کی بیٹھک ہوا کرتی تھی، جہاں ترجمہ قرآن مجید، اور حدیث شریف کی کتاب مثلاً معارف الحدیث یا زاد سفر وغیرہ اور بعض دوسری دینی کتب خود بھی پڑھتے اور پڑھوا کر سنتے بھی تھے، کوئی عالم یا حافظ قرآن یا قاری آجاتا تو اس کی دل کھول کر خاطر تواضع کرتے، کہتے یہ عالم دین کا حق ہے، مخدوم ومربی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی وفات کا واقعہ جب پیش آیا تو رائے بریلی کی طرف آنے والوں کا ایک تانتا بندھا تھا، ایسا ہجوم تھا جو اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا تھا، حاجی صاحب کا یہ تأثر تھا کہ ایک نور مستطیل تھا، جو تکیہ (مولانا کی قیام گاہ) سے پورے رائے بریلی پر چھایا ہوا تھا، حاجی صاحب نے آنے جانے والوں کے لئے بے دریغ خرچ کیا، افطار وطعام اور سحری کا نظم کیا، حضرت مولاناؒ کی وفات کا ان پر اتنا اثر تھا کہ وہ تمنا کرتے تھے کہ ایسی ہی موت اللہ دے، دیار حرم میں موت کی تمنا تھی، اللہ نے اپنے نیک ومخلص بندے کی تمنا قبول کی، پہلے وہ اپنے گھر سے بیت اللہ منتقل ہوئے اور فوراً ہی وہاں سے اپنے رب کے حضور ابدالآباد کے لئے منتقل ہوگئے۔

☆ دفتر نظامت کے کارکن سید محمد عبدالحی عرفی کی خوشدامن کا حرکت قلب بند ہوجانے سے اپنے وطن نانڈیڑ میں انتقال ہوگیا۔

☆ ندوی فاضل آصف لئیق ندوی کے چچا محمد شفیق احمد کا اپنے وطن اراریہ میں ۷۵ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا، قارئین سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆☆☆

سبئی کی مشہور ومعروف مٹھائی ساز فرم

طہورا سوئیٹس

اسپیشل مٹھائیاں

❖ افلاطون ❖ نان خطائیاں
❖ ڈرائی فروٹ برفی
❖ قلاقند ❖ ملائی مینگو برفی
❖ بادامی حلوہ ❖ گلاب جامن
❖ دودھی حلوہ ❖ گاجر حلوہ
❖ کاجو کتلی
❖ ملائی زعفرانی پیڑہ

مستورات کے لئے خاص بتیسہ لڈو۔
ودیگر ہمہ اقسام کی مٹھائیاں دستیاب ہیں۔

طہورا سوئیٹس

بلاسس روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۸
☎ ۲۳۰۹۱۳۱۸۔ ۲۳۰۸۲۷۷۳

مولانا ابوالحسن ندوی اکیڈمی بھٹکل میں جلسہ تقسیم انعامات

صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی کا خطاب

۲۰ رد سمبر ۲۰۰۴ء بروز پیر بعد نماز عصر مولانا سید ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل کے زیر اہتمام ہائی اسکول وکالجس کے مسلم طلباء کے لئے نوسالہ اوپن اسلامک دینی کورس کے تقسیم انعامات کا تیسرا سالانہ جلسہ اکیڈمی کی نوتعمیر شدہ خوبصورت عمارت کے وسیع وخوبصورت منیری ہال میں منعقد ہوا جس کی صدارت جناب محتشم عبدالغنی صاحب ٹرسٹی اکیڈمی وصدر انجمن نے کی، اکیڈمی کے بانی وجنرل سکریٹری مولانا محمد الیاس صاحب ندوی نے اکیڈمی کی جامع انداز میں سالانہ رپورٹ پیش کی، رپورٹ میں مولانا موصوف نے کہا کہ اس اکیڈمی کے تحت مختلف دعوتی، تعلیمی وتربیتی پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں، جن میں دو بہت ہی اہم ہیں، ایک غیر مسلموں میں تعارف اسلام کا کورس ہے جس میں اسلام کے بارے میں پھیلی ہوئی غلط فہمیوں اور بد گمانیوں کو ختم کرنے کے لئے برادران وطن کو کتابیں فراہم کی جاتی ہیں اور توحید ورسالت کے موضوع پر ان کے تحریری امتحانات ہوتے ہیں جس کے حیرت انگیز اور مسرت آمیز نتائج سامنے آرہے ہیں، دوسرا پروگرام اسکول اور کالجس کے مسلم طلباء کے لئے بنیادی دینی تعلیم کا نوسالہ اوپن اسلامک کورس کا نظم ہے تاکہ عصری اسکولوں وکالجس میں پڑھنے والے طلبا دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے بھی آراستہ ہوں، پانچ ریاستوں کرناٹک، کرالا، گجرات، مہاراشٹر اور آندھرا میں الحمدللہ اب تک اکیڈمی کے زیر اہتمام اسی (۸۰) سینٹرس قائم ہوچکے ہیں، امسال پانچ ہزار طلباء کے داخلے ہوچکے ہیں، اس کورس کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ہمارے نونہال جہاں کہیں بھی رہیں وہ اپنے اسلامی ودینی تشخص کو باقی رکھ سکیں"۔

اس موقع پر اکیڈمی کے ٹرسٹی وسرپرست حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی دامت برکاتہم صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اکیڈمی کی کارکردگیوں پر اپنی بے انتہا مسرت کا اظہار کیا اور اکیڈمی کے روح رواں مولانا الیاس صاحب ندوی کو اپنی طرف سے دس ہزار روپے انعام دینے کا اعلان کیا اور اسی وقت انعام سے بھی نوازا، مولانا نے اپنے خطاب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو خیر امت بنایا ہے، اس امت کی سب سے بڑی خصوصیت اللہ نے یہ رکھی ہے کہ ان کو نبی کا قائم مقام بنا ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ آخری نبی ہیں، ان کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے"، مولانا نے مزید فرمایا کہ "اس اکیڈمی سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں اور غیر مسلموں کو بے انتہا فائدہ پہونچا رہا ہے، یہ اکیڈمی دراصل نئی نسل کی تربیت کا کام انجام دے رہی ہے، منفکر اسلام کی ہمہ جہت فکروں کے مطابق یہاں ہر طرح کا دعوتی کام انجام دیا جارہا ہے"۔

مغرب کی اذان سے قبل حضرت مولانا کے ہاتھوں انعامات تقسیم کئے گئے اور بعد نماز مغرب حضرت مولانا واضح رشید صاحب ندوی کے ہاتھوں بقیہ انعامات کی تقسیم عمل میں آئی، دوسری نشست کی صدارت ناظم جامعہ ماسٹر شفیع صاحب نے کی، نظامت کے فرائض مولانا شعیب صاحب ندوی نے انجام دئے، جلسہ کے شروع میں مہتمم جامعہ مولانا عبدالباری صاحب ندوی نے مولانا کا تعارف بھی پیش کیا، اس جلسہ میں شہر اور آس پاس کے خواص وعوام کثیر تعداد میں شریک تھے اور وسیع کانفرنس ہال کے علاوہ پورے گراونڈ میں بھی بڑی تعداد میں حاضرین تھے۔

مولانا موصوف دو روزہ دورہ پر ۱۹ رد سمبر کو بھٹکل تشریف لائے تھے، اس دوران مولانا کے مختلف دعوتی وتربیتی اور عوامی پروگرام ہوئے، ۲۱ رد سمبر کی شب جامع مسجد کے احاطہ میں اصلاح معاشرہ کا بہت بڑا عوامی اجلاس منعقد ہوا جس میں بھٹکل کے آس پاس سے ہزاروں کی تعداد میں عوام وخواص نے شرکت کی، اسی طرح اکیڈمی کے سمپوزیم ہال میں ۲۱ رد سمبر بعد نماز عصر شہر وآس پاس کے تعلیمی وسماجی اداروں کے ذمہ داران اور عمائدین شہر کے ساتھ مولانا کی خصوصی نشست بھی منعقد ہوئی جس میں مولانا نے ملک کے موجودہ حالات کے تناظر میں کھل کر گفتگو کی، اسی طرح اسی دن بعد نماز ظہر تین بجے مولانا علی میاں کالونی میں مسجد زکریا کا سنگ بنیاد بھی مولانا کے دست مبارک سے رکھا گیا، اس سے ایک دن پہلے جامعہ میں رابطہ ادب اسلامی کے زیر اہتمام ایک سیمنار بھی جامعہ کے کانفرس ہال میں منعقد ہوا، اسی دن شب میں انجمن انجینئرنگ کالج کے طلباء اساتذہ اور منتظمین کے درمیان مولانا کا خصوصی خطاب کالج کے اسلامک سینٹر میں ہوا۔

جامعہ اسلامیہ میں ادبی سمپوزیم

"اسلام کو ادب نے نقصان نہیں پہونچایا ہے بلکہ حاملین ادب نے نقصان پہونچایا ہے، ادب کی مثال تلوار کی سی ہے، اس کا استعمال کرنے والے پر اس کے فائدے ونقصان کا انحصار ہے، ادیب دل لگتی بات کہتا ہے، شیطان اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور ادباء کے عقیدے پر حملہ کرکے اس کو بگاڑ دیتا ہے، عرب ادباء نے یورپ کا سفر کیا تو وہاں کے اساتذہ کی پرورش اور تربیت کی وجہ سے ان کا عقیدہ بگڑ گیا اور ہمارے ادب میں انحراف شروع ہوگیا اور یہ ادباء باطل کی ترویج اور

نشر واشاعت کرنے لگے، آج بھی ان جیسے ادباء کا زور ہے، ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ادب کے ذریعہ باطل طاقتوں کا مقابلہ اللہ کی دی ہوئی طاقت سے کریں کیونکہ اللہ نے اسی کا حکم دیا ہے، ہماری سوسائٹی اور ہمارے نوجوانوں کو انحراف وبگاڑ سے بچانے کے لئے یہ کام کرنا ضروری ہے، ہم حق کو سامنے لائیں اور باطل کو ذلیل کریں''، ان خیالات کا اظہار عالمی رابطہ ادب اسلامی کے صدر حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم نے رابطہ ادب اسلامی مغربی ساحلی شاخ بھٹکل کے سمپوزیم میں جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے نوتعمیر شدہ خوبصورت کانفرنس ہال میں ۲۰ دسمبر ۲۰۰۴ء کو کیا جس کا موضوع تھا ''موجودہ دعوتی تقاضوں کے لئے ادب اسلامی کی اہمیت''۔ حضرت مولانا نے مغربی ساحلی شاخ کی کارکردگیوں پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ہمیں خوشی ہے کہ یہ شاخ فکرمندی کا ثبوت دے رہی ہے اور اپنی سرگرمیاں بڑھا رہی ہے''۔

حضرت مولانا موصوف سے پہلے عالمی رابطہ ادب اسلامی کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید محمد واضح رشید صاحب نے ادب اور اسلامی ادب کا تفصیلی تعارف کرانے کے بعد عربی ادب میں ہوئے انحراف اور بگاڑ اور اس میں یورپ کے اثرات کا تفصیلی تذکرہ کرنے کے بعد بتایا کہ ''اسلامی ادب شر اور خیر دونوں کو پیش کرنے کا قائل ہے لیکن خیر کو اس طور پر پیش کیا جائے کہ وہ پسند کیا جائے اور شر اس طور پر پیش کیا جائے کہ وہ ناپسند کیا جائے''، مولانا نے عصر حدیث کے عرب شعراء اور ادباء کا تفصیلی جائزہ پیش کرتے ہوئے ان میں پائے جانے والے انحراف وبگاڑ کا تذکرہ کیا اور اسی تناظر میں رابطہ ادب اسلامی کے قیام کا سب سے بڑا مقصد یہ بتایا کہ اس انحراف کے طوفان اور چیلنج کا مقابلہ کرنا ہے، یہ فکر سب سے پہلے حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی نے پیش کی پھر آہستہ آہستہ اس فکر نے ایک مدرسہ کی شکل اختیار کی جو الحمدللہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہے''۔

مولانا محمد الیاس صاحب ندوی جنرل سکریٹری رابطہ ادب اسلامی مغربی ساحلی شاخ بھٹکل نے سالانہ رپورٹ پیش کی اور آئندہ کے لائحہ عمل پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ الحمدللہ رابطہ ادب اسلامی بھٹکل کی یہ شاخ ہر سال کسی نہ کسی ادبی موضوع پر اب تک ایک سیمنار منعقد کرتی ہی ہے، اور چند ماہ کے اندر انشاء اللہ رابطہ کے زیر اہتمام کرناٹک کے کنڑی زبان کے ادباء وشعراء اور صحافیوں کا ایک روزہ ورکشاپ بھی منعقد کیا جائے گا، اور رابطہ کے مغربی ساحلی اضلاع وصوبوں کے صدر دفتر بھٹکل شاخ ہی کی طرف سے کیرالا میں بھی ایک صوبائی سیمنار انشاء اللہ صدر رابطہ کی سرپرستی میں منعقد ہونے والا ہے''، اور یہ بھی بتایا کہ الحمدللہ گزشتہ چار سال سے مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی کی مرکزی عمارت میں رابطہ ادب اسلامی بھٹکل کا مستقل دفتر بھی قائم ہوگیا ہے۔

جلسہ کی صدارت ایڈیٹر نقش نوائط مولانا عبدالعلیم صاحب قاسمی نے کی، جناب ڈاکٹر علی صاحب ملپا کی دعا پر اس سیمنار کا اختتام ہوا، مولانا مقبول صاحب ندوی نائب مہتمم جامعہ اسلامیہ نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا، طلباء جامعہ کے علاوہ سیمنار میں علماء وادباء کی ایک بڑی تعداد شریک تھی۔

☆☆☆

عالمی رابطہ ادب اسلامی کا ۲۲ واں سالانہ سیمینار

مورخہ ۱۲-۱۳ فروری ۲۰۰۵ء کو

مغربی بنگال کی راجدھانی کلکتہ میں

عالمی رابطہ ادب اسلامی شعبۂ ممالک مشرقیہ کا بائیسواں (۲۲) سالانہ سیمینار مغربی بنگال کی راجدھانی کلکتہ میں مدرسہ باب العلوم، کلکتہ کی دعوت پر مورخہ ۲-۳ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۲-۱۳ فروری ۲۰۰۵ء بروز سنیچر-اتوار منعقد ہونا طے پایا ہے، جس کا مرکزی موضوع ہے:

''اردو زبان و ادب کی تشکیل میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کا حصہ، وہاں کی مروجہ زبانوں کے توسط سے''

نیز اس کے ذیلی عناوین مندرجہ ذیل ہیں:

۱-اردو زبان وادب کی تشکیل میں شمالی ہندوستان کی زبانوں کا حصہ
۲-اردو زبان وادب کی تشکیل میں جنوبی ہندوستان کی زبانوں کا حصہ
۳-اردو زبان وادب کی تشکیل میں مشرقی ہندوستان کی زبانوں کا حصہ
۴-اردو زبان وادب کی تشکیل میں مغربی ہندوستان کی زبانوں کا حصہ
۵-اردو زبان وادب کی تشکیل میں مروجہ ذیلی زبانوں کے اثرات
۶-ہندوستان کی مروجہ زبانوں کے توسط سے عربی زبان کے اثرات
۷-اردو زبان وادب کی تشکیل میں اسلامی ثقافت کے اثرات

سیمینار کی صدارت انشاء اللہ عالمی رابطہ ادب اسلامی کے نائب صدر اور شعبۂ ممالک مشرقیہ کے صدر حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی مدظلہ العالی فرمائیں گے۔ اور اس کی سرپرستی مشہور محقق ودانشور حضرت مولانا ڈاکٹر ابومحفوظ الکریم معصومی صاحب کریں گے، جبکہ مجلس استقبالیہ کے صدر جناب قاری اسماعیل ظفر صاحب مہتمم مدرسہ باب العلوم کلکتہ ہوں گے۔

میں) داخل ہوگی اس کی ہم رنگ دوسری جماعت اس پر لعنت کرے گی''

چنانچہ جب کوئی ڈکٹیٹر آتا ہے تو اپنے پیشرو کو لعنت کرنا اور اس غداری، ملک دشمنی اور خیانت کا الزام لگانا اپنا فرض سمجھتا ہے، جس کو ایک دن کے لئے بھی اقتدار مل جاتا ہے، وہ اپنے دشمنوں، رقیبوں اور مخالفوں سے سخت سے سخت انتقام لینا چاہتا ہے، اور اسکے لئے ہر قسم کی سفاکی، ظلم وتشدد اور خوں ریزی جائز سمجھتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿واذا تولیٰ سعیٰ فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل، واللہ لا یحب الفساد﴾ (سورۂ بقرہ ۲۰۵)

''اور جب پیٹھ پھیر جاتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں رہتا ہے کہ زمین پر فساد کرے، اور کھیتی اور جانوروں کو تلف کرے درانحالیکہ اللہ فساد کو (بالکل) پسند نہیں کرتا۔

اب اگر کسی کو یہی پر مشقت اور طویل راستہ اور تلخ وناکام تجربہ پسند ہے تو اس کے لئے قرآن مجید کا یہ ارشاد کافی ہے:

﴿اتستبدلون الذین ھو ادنیٰ بالذی ھو خیر، اھبطوا مصراً فان لکم ما سألتم﴾ (سورۂ بقرہ ۔ ۶۱)

''تو کیا جو چیز ادنیٰ ہے تم اسے لینا چاہتے ہو اس چیز کے مقابلہ میں جو بہتر ہے (تو خیر) کسی شہر میں اتر پڑو (وہیں) مل جائے گا جو کچھ تم مانگتے ہو۔ (ارکان اربعہ سے تلخیص)

بقیہ: امتحان عاشق کا ہوتا ہے

رکتا ہے۔ اور پوچھتا ہے کہ وہ بے ارادہ خطا پر ایسے نادم وشرمسار تھے کہ دل میں آتا۔۔۔۔۔ سے ملال وشکایت کا کوئی ادنیٰ شائبہ تک بجا خود کو مجرم ہی سمجھ رہے تھے۔ مگر تمہاری زندگی اور اپنی قوم کے جن افراد کو یہ قصۂ محبت نذر کر رہے ہو۔ ان کی زندگی کے رنگ ڈھنگ کیا ہیں۔

حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق جب ہر ہفتہ اعمال پیش ہوتے ہوں گے۔ تو ان پر کیا گذرتی ہوگی۔ غیروں کا کیا شکوہ جب خود تمہارے ہاتھوں سنتیں مٹ رہی ہیں رونا آسو بہانا تو کجا شعور واحساس تک نہیں۔ ان فدائیوں کے حالات اور قصے تو اسی لئے ہیں کہ تمہاری زندگی میں کوئی حرکت جوش عمل اور قوت پیدا کریں مگر تمہارا حال یہ ہے کہ۔

ایماں مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

یہ کہتے کہتے قلم کی زبان خشک ہوگئی، میں دم بخود کسی فکر میں گم ہوگیا سوال کا کچھ جواب نہ بن پڑا۔

سنامی کا سانحہ

یوں تو سنامی کے طوفان سے بارہ ممالک متاثر ہوئے، لیکن سب سے بڑا سانحہ انڈونیشیا کے صوبے آچے میں پیش آیا جو موجودہ مالدیپ کے قریب ہے، اس میں ایک لاکھ سے زائد انسان لقمۂ اجل بنے، یہ تعداد سرکاری ذرائع نے بتائی ہے جبکہ مفقودین کی تعداد بھی خاصی بڑی ہے شہر کا اسی فیصد حصہ تباہ ہوگیا اس طوفان کی زد میں مسلم ممالک آئے ہیں، مجموعی طور سے تقریباً ۷۰% تا ۸۰% فیصدی مسلمان سی متاثر ہوئے ہیں، انڈونیشیا کے بعد مسلمانوں کا دوسرا بڑا نقصان سری لنکا میں ہوا جہاں تیرہ ہزار مسلمان مقتول ہوئے، دو لاکھ بے گھر ہوگئے، تیس ہزار گھر اور پانچ ہزار دوکانیں برباد ہوگئیں، سری لنکا کی مسلم بستی کینیا میں ایک بڑا شفاخانہ تھا جو مع مریضوں، ڈاکٹروں اور نرسوں کے طوفان میں ختم ہوگیا، بچاس سے زائد لاشیں تو ملیں باقی کا کوئی پتہ نہیں چلا، اس طوفان میں سب سے زیادہ بچے، بوڑھے اور خواتین متاثر ہوئیں، ایک خاندان کے تیس افراد میں سے صرف ایک شخص بچا، ایک اسکول میں تقریباً ایک ہزار بچوں نے پناہ لی تھی، لیکن وہاں بھی وہ محفوظ نہ رہ سکے اور طوفان انہیں اپنے ساتھ لے گیا مختلف ممالک میں جانی نقصانات کی تعداد اس طرح ہے۔

انڈونیشیا	:	۱۷۹۹۴۰	سری لنکا	:	۲۸۵۰۸
ہندوستان انڈمان نکوبار	:	۱۰۷۶۳	تھائی لینڈ	:	۴۵۴۱
صومالیہ	:	۱۲۰	مالدیپ	:	۱۰
تنزانیا	:	۱۰	متفرق	:	۴

اس طوفان میں ان ہزاروں مغربی ممالک کے سیاحوں کی تعداد شامل نہیں ہے جو کرسمس منانے کے لئے ساحلی علاقوں میں گئے اور وہیں ہلاک ہوگئے۔

اقوام متحدہ کے ذرائع کے مطابق اس طوفان سے پچاس لاکھ سے زائد انسان غذا پانی سے محروم ہوگئے مختلف ملکوں اور بین الاقوامی تنظیموں نے دو ارب ڈالر بطور امداد دینے کا وعدہ کیا ہے، جاپان نے اس میں سب سے زیادہ پانچ ملین ڈالر یعنی تمام امداد کا ۲۵% حصہ دیا ہے، امریکہ نے صرف تین سو پچاس ملین ڈالر دیا ہے، وہ بھی اس وقت جبکہ امریکی اخبارات نے اس معاملہ میں امریکی بخالت پر شدید تنقید کی تھی، دو سو پچاس ملین ڈالر بین الاقوامی بنک اور ۳۴ ملین ڈالر عرب ملکوں نے دینے کا وعدہ کیا ہے۔

ماہرین ارضیات نے سمندری طوفان کے بارے میں جو معلومات فراہم کی ہیں ان کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کا سمندری زلزلہ کا علاقہ جاپان میں ہے جو زلزلہ کی پٹی سے موسوم ہے، یہاں ۱۸۸۳ء میں کراکتوا کے جزیرہ میں بھیانک سمندری طوفان آیا تھا جس سے یہ جزیرہ ہی ختم ہوگیا، اس جزیرہ سے جو غبار مٹی فضا میں بکھری وہ سطح زمین سے اسی کلومیٹر بلندی تک آسمانی فضا میں پہونچی، اس دھماکے کی آواز ہزاروں میل دور امریکی صوبے کالیفورنیا میں سنی گئی، ایک سال تک درجۂ حرارت گر کر نصف رہ گئی، سائنس دانوں نے اس سال کے موسم کو بغیر گرمی کا سال کہا تھا، اس لئے کہ ایک سال تک فضا اس گرد وغبار سے اٹی رہی، ماہرین ارضیات کا کہنا ہے کہ سمندر میں پیشہ سے ایک سو پچاس کیلومیٹر کی گہرائی میں چٹانوں کے پھٹنے سے یہ آواز آتی ہے اس کے نتیجہ میں سات سو پچاس کیلومیٹر فی گھنٹہ تیس چالیس میٹر بلند پانی کی موجیں ساحلوں تک آتی ہیں اور ایک میٹر کے دائرے میں ایک لاکھ ٹن پانی جمع ہوجاتا ہے، زیادہ تر یہ طوفان سمندر کے اندر موجود چٹانوں کے ٹوٹنے اور کوہ آتش فشاں کے ابلنے سے آتے ہیں، اس پر ستاروں کا بھی اثر ہوتا ہے۔

امین الدین شجاع الدین

اتحاد زندگی ہے اور انتشار موت

ایک شخص کسی واقف کار بابصیرت وغیرت مند مرد مسلماں سے پوچھے کہ وہ کون سی بات ہوسکتی ہے جس پر مسلم دشمن طاقتیں متحد ومتفق ہیں تو میرے خیال میں اس کا بے ساختہ جواب یہ ہونا چاہئے کہ ان کے منشاء اور کوشش کا حاصل یہی ہے کہ مسلمان اس بات کو یکسر فراموش اور اس خیال کو ذہن سے قطعاً محو کردیں کہ بحیثیت اسلام کے پیروکار کے وہ ایک ''نظام حیات'' رکھتے ہیں۔۔گزشتہ دنوں Conflict of Civilization نامی کتاب کا بڑا چرچا رہا جس میں مصنف نے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ دنیا کے دیگر مذاہب اور تہذیبیں اُن کے مذہب وکلچر میں ضم ومدغم ہوسکتی ہیں البتہ مسئلہ صرف اسلام کا ہے جس کو بڑی سے بڑی اکال سرزمین نہ تو کھاسکی اور نہ نامور ونام نہاد تہذیب اسے اپنے رنگ میں رنگ سکی۔ چنانچہ اسلام کے اس خطرہ سے نپٹنے کا حل صرف ایک ہے اور وہ ہے War within Islam یعنی شعوری یا غیر شعوری طور پر مسلمانوں کو مسلمانوں سے ٹکرا دینا اور ان کی صفوں میں انتشار پیدا کردینا۔

قدم قدم پر اسلام نے امت میں اجتماعیت کی جو روح پیدا کرنے کی کوشش کی، مشکل اور ستم یہ ہے کہ اس روح کا اور اک وشعور خود امت کو حاصل نہیں جبکہ دشمن اجتماعیت کی اس انقلابی روح سے بخوبی آگاہ ہے چنانچہ اس میں نقب لگانے کی کسی کوشش کو وہ ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا۔ اغیار اچھی طرح واقف ہیں کہ مسلمانوں کے پاس قرآن کی شکل میں ایک زندہ پیغام ہے، اسوۂ حسنہ کی صورت میں حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی اقدس ہے، مسلمان ایک تابناک ماضی کے حامل ہیں اور نتیجہ میں ان کے پاس ایک روشن تاریخ ہے، جغرافیائی اعتبار سے وہ Strategic Points کے مالک ہیں۔ خصوصاً روس کے بکھر جانے کے بعد سپر پاور اور اس کے حلیفوں کو یہ فکر برابر ستائے جارہی ہے کہ اس امت کو کمزور سے کمزور تر کرنے کی کون سی حکمت عملی اپنائی جائے۔ ان کے جو حربے استعمال ہوتے دکھائی دے رہے ہیں ان میں سے ایک تو تشکیک ہے کہ خود مسلمانوں میں اسلام کے تعلق سے یہ شکوک وشبہات پیدا کردئے جائیں کہ اسلام موجودہ زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا، ایک اور حکمت عملی حضور پاک ﷺ کی نعوذ باللہ کردار کشی کی ہے تاکہ اس امت کا رشتہ سرور عالم ﷺ سے کمزور پڑ جائے اور تیسری حکمت عملی یہ ہے کہ مسلمانوں کی اندرونی طاقت اور ان کے باہمی اتحاد کو پارہ پارہ کردیا جائے۔

ایک طرف تو تخریب کاری کا یہ خاکہ ہے لیکن الحمدللہ دوسری طرف اسلام کا سانچہ ہے کہ کلمہ طیبہ اور اجتماعیت جس کی بنیاد واساس ہے اور یہ اساس امت مسلمہ کی شیرازہ بندی کی ضامن ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر واقعہ یہ ہے کہ خیر امت اگر امت دعوت کا واقعی فریضہ انجام دے لے تو کلمہ طیبہ کی یہ وحدت مسلم معاشرہ کو تو کیا انسانی معاشرہ کو بھی ایک بڑی میں پرو دینے کی طاقت وقوت اور تاثیر وقدرت رکھتی ہے۔ مگر افسوس کہ اقدامی امت کی توانائیاں یا تو دفاع میں خرچ ہورہی ہیں یا باہم دست وگریباں ہونے میں!!

تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ امت کی اس تسبیح کے دانوں کے بکھرنے کی نفسیات ''نفسانیت'' رہی ہے یہی وہ جرثومہ ہے جو اسلام کی اجتماعیت کی تعلیم سے آگاہ ہونے کے باوجود افراد کو حلقہ بندی اور گروہ بندی کے خول سے باہر نہیں آنے دینا چاہتا لیکن مسلمان تو داعی ہوتا ہے اور داعی کا مزاج مایوسی سے آشنا نہیں ہوتا وہ غیروں کی بھی آس نہیں چھوڑتا تو اپنوں سے ناامید کیوں کر ہوسکتا ہے چنانچہ وقتی اور سیاسی مصلحت سے بلند ہوکر ایمان وعقیدہ یا دوسرے لفظوں میں کلمۂ طیبہ کی وحدت کی بنیاد پر اتحاد کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے اس یقین کے ساتھ کہ ایسی جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔

ملکی اور بین الاقوامی سطح پر عام مسلمان جن پرآشوب حالات سے گزرتے رہے ہیں اور گزر رہے ہیں اس سے عمومی طور پر مسلمانوں میں باہمی اتحاد کا جذبہ بیدار ہوا ہے اور ایک عام مسلمان کی آنکھیں امت کو متحد ومتفق ہی دیکھنا چاہتی ہیں، وہ فروعی مسائل کے اختلافات کو مخالفت کا رنگ دینا پسند نہیں کرتیں زمانہ کے تھپیڑوں نے امت کو باور کرادیا ہے کہ جب اہل کتاب کے سلسلہ میں ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ (آل عمران/۶۴) (آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے) کی ہدایت موجود ہے تو پھر امت مسلمہ ''جس کی مثال سیسہ پلائی دیوار کی ہے'' میں فروعی مسائل کی بنیاد پر انتشار کی گنجائش کب باقی رہ جاتی ہے۔

کلمہ طیبہ کی بنیاد پر وحدت کے اصول کے مدنظر اور تحفظ شریعت کے نصب العین کے پیش نظر ۲۸/۲۷ دسمبر ۱۹۹۲ء کو زندہ دلانِ بمبئی کی میزبانی میں مسلمانانِ ہند کی شیرازہ بندی کی ایک روشن تاریخ رقم ہوئی اور ''تحفظ شریعت'' کی ایمانی حرارت اور غیرت وحمیت کی بدولت ملت کے مختلف مسالک ومکاتب فکر کے ستاروں کی وہ کہکشاں بنی جس نے اپنے جلال وجمال کی مظہر کارکردگی سے ''خورشید مبیں'' کی حیثیت اختیار کرلی جس کی ضیاء پاشیوں سے الحمدللہ ظلمتیں چھٹیں اور اندھیرے کافور ہوئے تحفظ شریعت کے مقدس وپاکیزہ جذبہ نے شیشوں کی مسیحائی کا کام کیا اور دلوں کو جوڑا لیکن افسوس کہ تشکیل بورڈ کے اول روز سے ہی ''شب کی تاریکی دسیاہی کے رشتہ داروں'' کو اس ''خورشید مبیں'' سے پریشانی لاحق رہی اور ہے اب یہ رسول اکرم ﷺ (کہ سرکار کی سیرت میں اس امت کو امت بنانے اور اسے امت دیکھنے کا کس قدر درد وسوز اور تڑپ وکڑھن دیکھنے کو ملتی ہے) سے سچے عشق ومحبت کا تقاضہ یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی بنیاد پر قائم مظلوم امت کی اس وحدت کو مزید مستحکم کیا جائے اور ہر حال میں امت کے مفاد کو ترجیح دی جائے کہ دین کا منشاء بھی یہی ہے اور وقت بھی اسی کا متقاضی ہے ورنہ مستقبل کا مؤرخ لکھے گا کہ اس امت کا اس پر اتفاق تھا کہ وہ کبھی متفق نہیں ہوگی چنانچہ اس کا مقدر تھا کہ اس کی ہوا اکھڑ جائے قرآن کریم نے تو متنبہ کردیا ہے کہ ﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ (آیت ۴۶ سورۃ الانفال) (اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتے رہو آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی)۔

☆☆☆

الحراء پبلک اسکول وہاسٹل

اسلامی ماحول میں عصری تعلیم

Al-Hira Public School & Hostel

الحراء پبلک اسکول وہاسٹل نے روز اول سے مسلم بچوں وبچیوں کے لئے ایک ایسا نظام تعلیم ترتیب دیا ہے، جس میں عصری تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے جدید علوم کی تعلیم کا نظم ہے اور ساتھ ہی بنیادی دینی معلومات بھی بہم پہنچائی جاتی ہیں جو بحیثیت ایک مسلمان زندگی گذارنے کے لئے ناگزیر ہیں۔

☆ درجات : نرسری تا میٹرک
☆ ذریعہ تعلیم : انگریزی
☆ سیشن : جنوری تا دسمبر
☆ امتیازی خصوصیات : عصری علوم کے ساتھ بنیادی دینی تعلیم ☆ محبت وشفقت کا ماحول ☆ کمپیوٹر کی تعلیم ☆ ممکن حد تک کتابوں کا کم بوجھ ☆ CCTV کے ذریعہ کلاس مونیٹرنگ
☆ نصاب : C.B.S.C کے مرتب کردہ جدید نصاب کے مضامین انگریزی، ہندی، اردو، حساب، سائنس، سماجیات کے علاوہ جنرل نالج، ڈرائنگ کمپیوٹر، کرافٹ، عربی، قرآن اور اسلامیات۔
☆ ہم نصابی سرگرمیاں : بچوں کی ہمہ جہت ترقی کے لئے کھیل کود، پینٹنگ، سائنس ایکزیبیشن، لائبریری، ایجوکیشنل ٹورز، ہفتہ وار بزم تقریر، مباحثہ، ظم، کہانی ڈرامہ اور ڈیبیٹ بازی وغیرہ۔
☆ ہاسٹل : لڑکے اور لڑکیوں کے لئے پرسکون اور محفوظ مقام پر رہائش کا الگ الگ نظم۔
☆ اوقات دفتر : آٹھ بجے صبح سے ایک بجے دن تک (اتوار کو تعطیل)

Opp: Tranining School, Professors' Colony, Shahganj, Patna-80006
Ph : 2685287(S), 2691945 (H), 9431087443 (M) e-Mail : alhirashahpatsify.com

Maqbool Mian Jewellers
مقبول میاں جویلرس
Jutey Wali Gali 'Aminabad'
Lucknow - 2218636, 2258115
Mobile - 9415001207

گبدون

جگر اور پتہ کی خرابیوں کو دور کرنے والا بے نظیر سیرپ
☆ پیلیا اور جگر
☆ السر اور پتہ کے درد،
☆ کبز وری اور زرد اور
☆ پتھری کا بے نظیر سیرپ

لیکوڈرین

لیکوریا وبواسیر میں بیحد مؤثر
لیکوریا کی ہر قسم خصوصاً سفید، رحمی کا سوء وعفونت کو ختم کرکے طاقت دیتا ہے۔
قوت باہ میں استعمال کرنا ہے، سرعت انزال اور کثرت احتلام دور کرنے میں بے حد مؤثر دوا ہے

حسنی فارمیسی
۱۴۱/۱۷۷ گوکھن روڈ لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸ (انڈیا)
(0)522 2202677 , M : 94150 28675, 941505047

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coat-Suits, Embroidered, Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں
menmark
58, Hatwansia Market, Hazrat Ganj, Lucknow
Phone (S) 2216948 R 2227443